تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۲۳ تا ۲۹ مارچ ۲۰۰۰ء مدیر : حافظ عاکف سعید

تنظیم اسلامی کی غرض تاسیس

تنظیم اسلامی کی قرارداد تاسیس کا اولین اور اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ "ہمارے نزدیک دین کا اصل مخاطب فرد ہے۔ اسی کی اخلاقی اور روحانی تکمیل اور فلاح و نجات دین کا اصل موضوع ہے اور پیش نظر اجتماعیت اصلاً اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے اصل نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے! —— اس تصریح کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ماضی میں مسلمانوں کو ان کی یہ ذمہ داری تو بالکل ٹھیک یاد کرائی گئی کہ جس دین کے وہ مدعی ہیں اسے دنیا میں عملاً قائم کرنے کی سعی و جہد بھی ان پر فرض ہے اور یہ کہ دین محض ذاتی عقائد اور کچھ مراسم عبودیت یعنی انسان اور رب کے مابین پرائیویٹ تعلق کا نام نہیں ہے بلکہ وہ انسان کی پوری انفرادی و اجتماعی زندگی کو اپنے احاطے میں لینا چاہتا ہے لیکن ان امور پر اس قدر زور دیا گیا کہ بندے اور رب کے مابین تعلق کی اہمیت اور افراد کی اپنی علمی' اخلاقی اور روحانی ترقی نظرانداز ہوتی چلی گئی۔ آئندہ جو کام پیش نظر ہے اس کے اصول و مبادی میں یہ نکتہ بہت زیادہ قابل لحاظ رہے گا کہ ایک مسلمان کا اصل نصب العین صرف نجات اخروی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے اور اس کیلئے اصل زور اپنی سیرت کے تطہیر و تزکیے اور اپنی شخصیت کی تعمیر و تکمیل پر دینا ہوگا جس سے تعلق مع اللہ اور محبت خدا اور رسول اللہ ﷺ میں اضافہ ہوتا رہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ اخلاص پیدا ہوتا چلا جائے۔ دین کی تائید و نصرت اور شہادت و اقامت یقیناً فرائض دینی میں سے ہیں لیکن ان کیلئے کوئی ایسی اجتماعی جدوجہد ہرگز جائز نہیں ہے جو افراد کو ان کے اصل نصب العین سے غافل کرکے انہیں محض ایک دنیوی انقلاب کے کارکن بناکے رکھ دے! —— چنانچہ پیش نظر اجتماعیت میں اولین زور افراد کی دینی و اخلاقی تربیت پر دیا جائے گا اور اس امر کا خصوصی اہتمام کیا جائے گا کہ —— "اس کے تمام شرکاء کے دینی جذبات کو جلا حاصل ہو' ان کے علم میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ ان کے عقائد کی تصحیح و تطہیر ہو' عبادات اور اتباع سنت سے ان کا شغف اور ذوق و شوق بڑھتا چلا جائے' عملی زندگی میں حلال و حرام کے بارے میں ان کی حس تیز تر اور ان کا عمل زیادہ سے زیادہ مبنی بر تقویٰ ہوتا چلا جائے اور دین کی دعوت و اشاعت اور اس کی نصرت و اقامت کیلئے ان کا جذبہ ترقی کرتا چلا جائے۔"

("تعارف تنظیم اسلامی" سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2
☆ خطاب عید 3
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 4
☆ امراء حلقہ جات کے پیغامات 5
☆ قند مکرر 8
☆ باتیں یاد رکھنے کی 11
☆ آدابِ زندگی 13
☆ عالم اسلام 15
☆ افہام و تفہیم 16
☆ ہدایات بابت سالانہ اجتماع 17
☆ کاروان خلافت 18
☆ معلومات عامہ 20

اشاعت خصوصی

بسلسلہ

سالانہ اجتماع' تنظیم اسلامی

معاونین برائے مدیر :
☆ فرقان دانش خان ☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان ☆ سردار اعوان
نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین
پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زر تعاون -/175 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

سالانہ اجتماع ـــــ ہم مقصد ساتھیوں کا ایک مبارک اکٹھ

پاکستان کے طول و عرض میں بسنے والے تمام رفقاء تک یہ خوش کن اطلاع یقیناً پہنچ چکی ہو گی کہ تنظیم اسلامی کا آل پاکستان سالانہ اجتماع ان شاء اللہ العزیز' حسب اعلان 2 تا 5/ اپریل قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہو گا۔ گزشتہ ماہ لاہور میں دفعہ 144 کے نفاذ پر مستزاد ہر قسم کے اجتماعات اور جلسہ و جلوس پر خصوصی پابندی کا سرکاری حکم نامہ اخبارات میں نمایاں انداز میں شائع ہوا تھا جس کی وجہ سے اجتماع کا انعقاد غیر یقینی محسوس ہونے لگا تھا اور اجتماع کے لئے اجازت کا حصول قریباً ناممکن نظر آتا تھا۔ تاہم رفقاء کی دعاؤں اور بعض احباب کی مہربانی اور کرم فرمائی کے نتیجے میں حصول اجازت کا یہ ہفت خواں بسہولت طے پا گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک و جزاھم اللہ احسن الجزاء

جماعتوں کی زندگی میں سالانہ اجتماع بلاشبہ خصوصی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جماعت کے حجم میں بتدریج اضافے کا عمل آل پاکستان اجتماع کے انعقاد کو مشکل سے مشکل تر بنا دیتا ہے اور نہ صرف یہ کہ اجتماع کے انتظامات پر رفقاء کی صلاحیتوں کا ایک بڑا سرمایہ صرف ہوتا ہے بلکہ رفقاء کے قیام و طعام کے انتظامات' اجتماع گاہ کی تیاری اور دور دراز کے علاقوں سے رفقاء کی آمد و رفت پر زر کثیر بھی خرچ ہوتا ہے' تاہم اس سب کے باوجود کل پاکستان اجتماع کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے جسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ چنانچہ اگر ہر سال کل پاکستان اجتماع کا انعقاد ممکن العمل نہ ہو تب بھی دو یا تین سالوں کے وقفے سے کل پاکستان اجتماع کا منعقد ہوتے رہنا جماعتی زندگی کے لئے ازبس ضروری ہے!

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ "جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآں نہیں!" کے مصداق امت کا ایک عظیم حصہ دین کی حقیقت سے بے خبر اور اپنی دینی ذمہ داریوں کے شعور سے قطعی محروم اور بے گانہ ہے اور محدود مذہبی تصورات کے جال میں گرفتار ہے۔ مزید ستم ظریفی یہ ہے کہ امت کا وہ مختصر سا طبقہ جو دین کے جامع تصور سے آشنا اور اپنے دینی فرائض سے مناسب حد تک آگاہ ہے' اس کی ایک عظیم اکثریت وسیع تر دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے عملی جدوجہد سے گریزاں ہے جس کا سب سے بڑا سبب "مال و دولت دنیا اور رشتہ و پیوند" کی محبت ہے جس کی جکڑبندی انہیں اس راہ میں قدم اٹھانے سے روکے ہوئے ہے ـــــ کون نہیں جانتا کہ آج پورے کرۂ ارضی پر دجالی فتنہ اور دجالی تہذیب کا تسلط ہے۔ مادہ پرستی' خود غرضی' ہوا و حرص کی پوجا' حصولِ دولت کی دوڑ کے ساتھ ساتھ تنازع للبقاء کی جنگ بھی شدت کے ساتھ جاری ہے۔ سودی معیشت پر سرمایہ دارانہ نظام اور مادر پدر آزاد مغربی تہذیب نے (یہ دونوں درحقیقت یہودی سازش کا شاخسانہ ہیں)' جو گل کھلائے ہیں اس کے نتیجے میں انسان درحقیقت شرفِ انسانیت سے محروم ہو کر درندوں اور حیوانات کی صف میں شامل ہو چکا ہے ـــــ ان حالات میں لائق صد مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی اور بالخصوص دین حق کے غلبہ و نفاذ اور نظام خلافت کے قیام کی خاطر "زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز" کے انداز میں معاشرہ اور باطل نظام کے خلاف پیہم جدوجہد اور پنجہ آزمائی کی خاطر جماعتی نظام میں شرکت کی ہے۔ جو سُنّت و سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں انقلابی جدوجہد میں سرگرم عمل ہیں جس کا آغاز خود اپنی ذات اور اپنے گھر کی چار دیواری میں اسلامی معاشرت و معیشت کے نفاذ سے ہوتا ہے۔

اپنے معاشرے اور ماحول سے ٹکر لینے والے ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان دیوانوں کا اجتماع جہاں اس بنیادی نظریہ فکر کی تجدید و پختگی کا باعث بنے گا کہ جس نے انہیں ایک ایسے مضبوط رشتے میں جوڑ دیا ہے جو خون اور نسب سے بالاتر ہے' وہاں اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ اس اجتماع میں شرکت کے نتیجے میں وہ اس جوش و ولولہ اور جذبۂ عمل سے بھی سرشار اپنے گھروں کو واپس لوٹیں گے جو آئندہ ایک سال ان کیلئے عملی اعتبار سے زادِ راہ اور قیمتی توشہ ثابت ہو گا۔ اللّٰھم وفقنا ان نجاھد فی سبیلک باموالنا و انفسنا (آمین یا رب العالمین)

آج کا سیاسی شرک مغربی جمہوریت یعنی حاکمیت عوام کا نعرہ ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بندۂ مومن "شرک" سے پاک ہو کر خالص اللہ کا بندہ بن جائے

اللہ کی حاکمیت کی چھتری تلے باہم مشورے سے نظامِ حکومت چلانا ہی "خلافت" ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۷/ مارچ ۲۰۰۰ء کے خطاب عید الاضحیٰ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

دُنیا کی زندگی ہمارے لئے امتحان کا عرصہ ہے' جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے :

﴿ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ﴾ (سورة الملك)

یعنی موت و حیات کے اس سلسلے کی تخلیق کا مقصد ہی امتحان اور آزمائش ہے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال لے کر آتا ہے۔

ہر انسان کو زندگی میں امتحان پیش آتے ہیں۔ سب سے پہلا امتحان عقل و شعور کا امتحان ہے یعنی انسان کی نگاہ ظاہری اسباب تک محدود رہتی ہے یا وہ مسبب الاسباب کو پہچان کر اس کی بندگی کا اقرار کرتا ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام ممکنہ امتحانوں سے گزرے' اور ہر امتحان میں کامیاب ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی سب سے پہلے عقل و شعور کے امتحان سے گزرنا پڑا۔ ایسے مشرکانہ ماحول میں جہاں بت پرستی کا دور دورہ تھا انہوں نے تمام معبودانِ باطل کا انکار کر کے توحیدِ خالص کی راہ اختیار کی اور یہ نعرۂ مستانہ لگایا کہ : ﴿ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ پھر معاشرے کے ساتھ تصادم ہوا۔ یہ دراصل آپؑ کے استقلال اور پامردی کا امتحان تھا۔ آپؑ نے پوری قوم سے کہا کہ ان بتوں کو کیوں پوجتے ہو جو اپنے نفع و نقصان پر بھی قادر نہیں۔ کلمہ حق کہنے کے اس جرم کی پاداش میں والد نے گھر سے نکالا لیکن آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ اسی طرح آپؑ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سیاسی سطح پر نمرود کی حاکمیت کا انکار کر کے سیاسی شرک سے بیزاری اور بغاوت کا اعلان کیا' جس پر آپؑ آگ میں ڈالے گئے مگر اس امتحان میں بھی آپؑ اس شان سے کامیاب و کامران ہوئے کہ آپؑ کے ماتھے پر پریشانی کی شکن تک نہ آئی ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اس کے بعد وطن اور قوم کو چھوڑنے کا امتحان آیا۔ آپؑ نے توحید کی خاطر وطن کو چھوڑنا اور ہجرت کرنا قبول کیا۔ آخری اور سخت ترین امتحان جذبات اور محبت کی قربانی کا امتحان تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں اولاد کے لئے دعا کی تو اللہ نے ۸۷ برس کی عمر میں ایک چاند سا بیٹا عطا فرما دیا۔ ادھر بوڑھا باپ اپنے جوان ہوتے ہوئے بیٹے کو

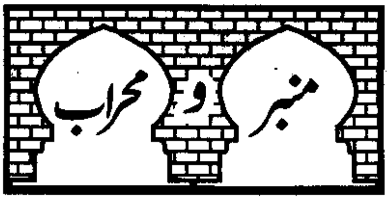

دیکھ دیکھ کر جی رہا تھا' ادھر قدرت مسکرا رہی تھی' اس کے ترکش امتحان میں ابھی ایک تیر باقی تھا۔ خواب میں حکم ہوا اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ بیٹا بولا کہ ابا جان کر گزریئے جو آپ کو حکم ہوا ہے' میری گردن حاضر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے کو اللہ کے حکم پر ذبح کرنے کے لئے اس کی گردن پر چھری رکھ دی اور اس طرح وہؑ اس آخری اور کڑے امتحان میں بھی کامیاب ہو کر نکلے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے بیٹے کی جگہ مینڈھے کی قربانی قبول فرمالی۔ اللہ کو آپؑ کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ قربانی کے اس عمل کو رہتی دنیا تک کے لئے جاری کر دیا۔ تاہم عید الاضحیٰ کا مقصد صرف جانوروں کی گردن پر چھری چلانا نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ ہر مسلمان اس عمل کے ذریعے یہ عہد کرے کہ میں اللہ کے حکم کے آگے اپنی ہر شے قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ عید الاضحیٰ اور قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ جب وقت پڑے تو ہم اپنی ہر چیز' اپنا مال و اولاد' اپنی خواہش نفس حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی اللہ کی رضا کے لئے قربان کر دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ بندۂ مومن ہر قسم کے شرک سے پاک ہو کر خالص اللہ کا بندہ بن جائے۔ لہٰذا ہمیں بھی یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم ہر قسم کے شرک سے پاک ہیں کہ نہیں۔ کہیں ہم نے اپنے نفس کو اپنا معبود تو نہیں بنا رکھا۔ ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ کہیں ہم مال و دولت کے بندے تو نہیں بن گئے۔ کہیں روپے پیسے کی محبت میں ہم نے اللہ کے حکم کو پس پشت تو نہیں ڈال دیا۔ بقول شاعرِ مشرق ؎

جو میں سربسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا' تجھے کیا ملے گا نماز میں

اگر خواہش نفس اور مال کی محبت کے بت سینوں میں پال رکھے ہوں تو ان قربانیوں کیا فائدہ؟ انفرادی طور پر شرک کی نجاست سے پاک ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم سیاسی شرک سے بھی بچیں۔ اور سیاسی شرک سے ہم اسی صورت بچ سکتے ہیں جب ہم انفرادی سطح پر شرک سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کر چکے ہوں۔

آج کا سیاسی شرک مغربی جمہوریت یعنی حاکمیت عوام کا نعرہ ہے۔ حاکمیت کا حق صرف خدائے واحد و برتر کو حاصل ہے۔ انسان اللہ کا نائب یا خلیفہ ہے۔ لہٰذا ہمیں سیاسی شرک سے بچنے کے لئے جمہوریت کے بت کو پاش پاش کرنا اور خلافت کا نظام قائم کرنا ہے۔ اللہ کی حاکمیت کی چھتری تلے باہم مشورے سے نظام حکومت چلانا ہی دراصل اسلامی جمہوریت ہے اور اسی کا نام خلافت ہے۔ اس نظامِ خلافت کو قائم کر کے ہی ہم توحید پر کاربند رہنے کی ابراہیمی سنت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

اگر ہم نے بحیثیت قوم خود کو شرک کی ان آلودگیوں سے پاک نہ کیا تو ہمیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں اللہ کے عذاب کا کوڑا ہم پر نہ پڑ جائے۔ جیسے آج سے پچیس سال قبل ہم پر عذاب کا کوڑا برسا تھا اور ہم مشرقی پاکستان سے محروم ہو

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

اقتصادی جن جاپان نے امریکی معیشت کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں

سرد جنگ کے خاتمے سے پاکستان کی سٹریٹجک پوزیشن ختم نہیں ' تبدیل ہوئی ہے

امریکی انتظامیہ کے سر پر سوار یہودی چڑیل گلوبلائزیشن چاہتی ہے

مرزا ایوب بیگ ' لاہور

عالم پناہ بل کلنٹن درجنوں جہازوں ' سینکڑوں گاڑیوں اور ہزاروں انسانوں کے جلو میں ' جن میں اُن کی دختر نیک اختر اور حقیقی خوش دامن صاحبہ بھی شامل ہیں ' جنوبی ایشیا میں جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ اگرچہ ان کے دورہ کو جنوبی ایشیا کا دورہ قرار دیا جا رہا ہے ' لیکن پاکستان اور بنگلہ دیش کو تو وہ بھارت آتے اور جاتے ہوئے ہیلو ہیلو کریں گے۔ ان کا اصلاً قیام بھارت ہی میں ہو گا جہاں وہ پانچ دن قیام کریں گے اور مختلف شہروں کا دورہ کریں گے۔ وہ بھارتی پارلیمنٹ سے خطاب بھی کریں گے اور مختلف معاہدوں پر دستخط بھی ثبت کریں گے جن میں اہم ترین معاہدہ یہ ہو گا کہ بھارت اور امریکہ آئندہ سربراہی سطح پر رابطہ رکھا کریں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد بھارت اور امریکہ جس تیزی کے ساتھ ایک دوسرے کے قریب آئے ہیں جدید سفارتی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ' خصوصاً ہنٹنگٹن تھیوری کے مطابق آنے والے وقت میں جب زرد تہذیب اور مسلم بنیاد پرست (Fundamentalist) کو سفید سامراج کے لئے دو بڑے خطرات قرار دیا گیا تو اس ٹکراؤ کے لئے تیاری اور منصوبہ بندی کی خاطر بھارت اور امریکہ کا قرب ناگزیر تھا لہٰذا بھارت کو امریکہ کا فطری حلیف قرار دیا گیا اور امریکہ اندھا دھند بھارت کی طرف بڑھا۔

سائنسی سطح پر انفارمیشن ٹیکنالوجی اور سپر کمپیوٹر میں بھارت سے دل کھول کر تعاون کیا گیا۔ سیاسی سطح پر کارگل میں پاکستان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کو نواز شریف کی گردن پر انگوٹھا رکھ کر بھارت کے لئے انتہائی آبرومندانہ فتح میں بدل دیا۔ دونوں طرف محبت کے زمزمے بہہ رہے تھے ' جمہوریت کو دوستی کی بنیاد قرار دیا جا رہا تھا اور ہے ' یعنی بھارت دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے اور امریکہ دنیا کی طاقتور ترین جمہوریت۔ امریکہ بھارت کو علاقے کا چودھری تو مان ہی چکا تھا عالمی سطح پر بھی منی سپر پاور تسلیم کرنے پر تیار تھا ' لیکن ہندو بنیاد پرست حکومت آپے سے باہر ہو گئی اور ایٹمی ڈاکٹرائن کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ بھارت کی ایٹمی صلاحیت کے معاملے میں صرف نظر کرنا امریکی پالیسی کا حصہ رہا ہے لیکن امریکہ یہ نہیں چاہتا کہ بھارت اس معاملے میں ایک حد سے بڑھے اور کل کلاں خود امریکہ کے یا اس کے اتحادی یورپ کے مفادات کے لئے چیلنج ثابت ہو۔ لہٰذا یوں محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ بھارت کو ناراض کئے بغیر اس کی ایٹمی پیش رفت پر تنقید بھی کرتا

تجزیہ

رہے گا اور اسے محدود کرنے پر زور بھی دیتا رہے گا۔

کشمیر کے مسئلے پر اصل صورتحال تو بل کلنٹن کے دورے کی تکمیل کے بعد سامنے آنا شروع ہو گی لیکن ایک بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اس مسئلہ پر اب امریکہ اور بھارت کے خیالات اور خواہشات بالکل مختلف ہیں۔ بھارت یہ سمجھتا ہے کہ کشمیر کی علیحدگی اس کی شکست و ریخت کا آغاز ثابت ہو گی۔ لیکن اگر وہ کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کو دبانے میں کامیاب ہو گیا تو ملک کے مختلف علاقوں میں چلنے والی علیحدگی کی تحریکیں خود بخود دم توڑ جائیں گی ' بصورت دیگر ان تحریکوں پر بھی قابو پانا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہو جائے گا۔ جبکہ امریکہ یہ سمجھتا ہے کہ چین کی بڑھتی ہوئی قوت اور اس کے بین البراعظمی نیوکلیائی ہتھیاروں کا توڑ یہ ہے کہ امریکہ چین کی بغل میں کوئی مضبوط اڈا قائم کر سکے۔ کشمیر کے خود مختار ریاست بن جانے کی صورت میں امریکہ کے لئے آئیڈیل صورت حال ہو گی اور وہ اس نومولود ریاست میں اپنے پنجے گاڑ کر اپنے عزائم آسانی سے پورے کر سکے گا۔ کشمیر میں کھلم کھلا مداخلت کا حق حاصل کر کے امریکہ اس پورے ریجن میں اپنے مفادات کا تحفظ آسانی سے کر سکے گا۔ وہ دنیا کی چھت پر براجمان ہو کر صرف چین ہی نہیں بھارت ' پاکستان ' افغانستان ' ایران بلکہ روس تک واچ ڈاگ کا کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہو گا۔

اس ساری صورت حال کے پس منظر میں یہ کیا جا سکتا ہے کہ اگرچہ ہنٹنگٹن تھیوری پر پوری شدت سے عملدرآمد کرنے کے لئے امریکہ بھارت باہمی تعاون اور دوستی ناگزیر ہے ' لیکن بھارت کی ایٹمی پیش رفت کی حدود کا تعین اور چین کے پہلو میں اپنی موجودگی بھی امریکہ اپنی اور یورپ کی سلامتی کے حوالے سے ازحد ضروری سمجھتا ہے۔ لہٰذا دنیا کی طاقتور ترین جمہوریت اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کے سربراہان اس وقت سر جوڑ کر بیٹھے ہیں کہ ان دو مسائل پر اختلافات کو کم از کم سطح پر رکھتے ہوئے وہ اپنے مشترکہ دشمن مسلم بنیاد پرست اور زرد تہذیب پر کس طرح قابو پا سکتے ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر بہت ضروری ہے کہ جس طرح چین کی عسکری اور اقتصادی قوت میں اضافے نے امریکہ کو بے کل کیا ہوا ہے اور بھارتی رہنماؤں کی نیند حرام کی ہوئی ہے بالکل اسی طرح اقتصادی جن جاپان نے امریکی معیشت کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں اور کوریا اس معاملے میں جاپان کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا ہے۔

اب آیئے امریکہ پاکستان کے تعلقات کی طرف ' امریکہ نے پاکستان کو بلیک میل کرنے کے لئے خصوصاً اس کی ایٹمی قوت کو رول بیک کرانے کے لئے بڑے زور و شور سے یہ پروپیگنڈا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے کروایا تھا کہ سرد جنگ کے خاتمے سے پاکستان کی سٹرانیجک پوزیشن ختم ہو گئی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے سے پاکستان کی سٹرانیجک پوزیشن ختم نہیں محض تبدیل ہوئی ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پاکستان کی فوجی حکومت نے اس ساری صورت

حال کو صحیح طور پر سمجھا ہے' لہٰذا وہ کلنٹن کے پاکستان کے مکمل اور بھرپور دورے کے لئے بلیک میل نہیں ہوئی' بلکہ اب تو عام تاثر یہ ہے کہ صدر کلنٹن کا پاکستان کا انتہائی مختصر دورہ خود امریکہ کی ضرورت تھا۔ بھارت نے پاکستان کو تنہا کرنے اور ایک دہشت گرد ملک ثابت کرنے کے لئے جہاں مختلف لابیوں کے ذریعے سفارتی سطح پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے وہاں بعض سفاکانہ کارروائیوں کے ذریعے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔

وائٹ ہاؤس سے کلنٹن کے دورۂ پاکستان کے اعلان کے فوری بعد نواز شریف کے وکیل اقبال رعد کا قتل اگرچہ ابھی تک ایک معمہ ہے لیکن بات بالکل واضح ہے کہ "را" نے پاکستان میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان کشیدگی میں اضافے اور پاکستان کو ایک غیر محفوظ ملک ثابت کرنے کی خاطر یہ ظالمانہ حرکت کی۔ جس سے حقیقتاً پاکستانی حکومت کی ساکھ کو بری طرح نقصان پہنچا۔ بھارت مسلسل اس کوشش میں ہے کہ امریکہ جو پہلے ہی دہشت گردی سے خوفزدہ ہے' اسے مزید یہ باور کرا دیا جائے کہ اسلامی دہشت گردی امریکیوں اور دنیا میں ان کے مفادات کے لئے زبردست خطرہ ہے اور کشمیر میں جدوجہد آزادی محض پاکستان میں قائم اسلامی تنظیموں کی دہشت گردی ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں اننت نگر اسلام آباد کے علاقہ میں سکھوں کا وحشیانہ قتل بھی انہی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلا تحقیق یہ الزام بھارت کے سر کیسے تھوپا جا سکتا ہے' لیکن اصل سوال یہ ہے کہ آخر کشمیری مجاہدوں یا پاکستانی دراندازوں کو سکھوں سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے جبکہ ہندو فنڈامنٹلزم اس وقت ان کا مشترکہ دشمن ہے۔ سکھ ہر سطح پر کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی حمایت کر رہے ہیں۔ مشرقی پنجاب میں سکھوں کی جدوجہد آزادی کو جس بری طرح کچلا گیا ہے اور امرتسر میں ان کے مقدس مقامات کی جس طرح بے حرمتی کی گئی ہے' اس سے سکھوں کی اکثریت ہندوؤں سے بری طرح شاکی ہے۔ اس کارروائی سے بھارتی حکومت درحقیقت ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتی تھی۔ اولاً یہ کہ امریکی صدر کلنٹن کو بتایا جائے کہ کشمیر میں آزادی کی جدوجہد نہیں ہو رہی بلکہ بھارت دراندازوں کے ہاتھوں دہشت گردی کا شکار ہو رہا ہے۔ ثانیاً یہ کہ ہندوستان کی اقلیتیں جو ہندو بنیاد پرستی کے مقابلے میں متحد ہونا شروع ہو گئی ہیں' ان کے درمیان کشیدگی پیدا کر دی جائے۔ ہماری رائے میں دنیا کو دھوکہ دینا اب اتنا آسان نہیں رہا۔

ہم امریکہ بہادر کی خدمت میں یہ عرض کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اگرچہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے کے حوالے سے بھارت کا امریکہ کے لئے قابل احترام ہونا قابل فہم ہے' لیکن ہمارے ناقص علم کے مطابق جمہوریت کا سیکولر ہونا آپ کے نزدیک کسی طرح کم اہم نہیں ہے۔ کیا امریکی تھنک ٹینکس کے نزدیک تاریخی بابری مسجد کو منہدم کرنے کے باوجود اور عیسائی مشنریوں کو قتل کرنے اور زندہ جلا دینے اور گولڈن ٹمپل کی بے حرمتی کے باوجود بھارت سیکولر کا سیکولر ہی رہتا ہے۔

ہم نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے عالمی فرمانروا بننے کے خواہش مند امریکہ سے یہ بھی پوچھیں گے کہ انسانی حقوق کے علمبردار کشمیریوں کو انسانوں کی صف میں شمار کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر کشمیر میں ہونے والا خون خرابہ صرف پاکستانی در انداز کر رہے ہیں پھر تو وہ کشمیریوں کو ان کے جمہوری حقوق لازماً دیں تاکہ وہ پاکستان کی ان حرکات کا خود قلع قمع کر سکیں۔ امریکہ کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ برصغیر میں ایٹمی ریس کا آغاز کس نے کیا۔ بھارت نے ۱۹۷۴ء میں جونہی ایٹمی دھماکہ کرنے کے قابل ہوا اس نے فوراً عالمی ردعمل کی رتی بھر پرواہ کئے بغیر ایٹمی دھماکہ کیا' جبکہ ۸۰ء کی دہائی میں ایٹمی صلاحیت حاصل کر لینے کے باوجود پاکستان نے ۱۹۹۸ء تک تحمل اور ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے ایٹمی دھماکے سے گریز کیا تاکہ ایٹمی عدم پھیلاؤ کی عالمی کوششوں کو دھچکا نہ لگے۔ مئی ۱۹۹۸ء میں بھی وہ بھارتی ایٹمی دھماکے کے ردعمل پر ایٹمی دھماکہ کرنے پر مجبور ہوا۔

ہم بھارتی رہنماؤں کی خدمت میں بھی یہ عرض کریں گے کہ امریکہ اگرچہ مسلم بنیاد پرستی کے خلاف ہے' اس لحاظ سے وہ بھارت کے قریب آتا ہے' لیکن وہ بھارت کا کبھی غیر مشروط دوست اور حلیف نہیں بنے گا۔ کیونکہ امریکہ انتظامیہ کے سر پر یہودی چڑیل سوار ہے اور وہ معیشت کی گلوبلائزیشن (Globalization) کے ذریعے دنیا پر اقتصادی قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں سے نمٹنے کے بعد ایسا وقت آ سکتا ہے کہ وہ بنیا ذہنیت کو اپنے عالمی اقتصادی قبضے کی راہ میں رکاوٹ سمجھے اور مشرق وسطیٰ اور افریقہ کی مارکیٹ سے اسے نکلنے پر مجبور کر دے' اور اگر ایسا ہو گیا تو بھارت اقتصادی طور پر Survive نہیں کر سکے گا۔

پاکستان کو بھی اس حقیقت کا ادراک کرنا چاہئے کہ اگر وہ اقتصادی طور پر ایک مضبوط ملک ہوتا تب بھی تمام محاذوں پر جنگ کرنا انتہائی مشکل ہوتا۔ لیکن اب جبکہ وہ اقتصادی طور پر دیوالیہ ہو چکا ہے اور اپنی بنیادی ضروریات کے لئے بھی غیروں کا محتاج ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ بیک وقت بھارت کی فوجوں کا مقابلہ بھی کرے' اقتصادی خوشحالی بھی حاصل کرے اور اپنے ایٹمی ڈیٹرنٹ کو بھی قائم رکھے۔ ہماری رائے میں پاکستان کو کشمیر پر اپنے موقف میں لچک پیدا کرنی چاہئے اور کچھ لے دے کر اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ ہمیں کم از کم اپنی طرف سے بھارت کو یہ موقع ہرگز فراہم نہیں کرنا چاہئے کہ وہ پاکستان پر چڑھ دوڑے۔ دونوں ممالک حالت جنگ کو جلد از جلد ختم کر دیں۔ اپنے عوام کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے اور معیشت کی گلوبلائزیشن کے خلاف ڈٹ جائیں تاکہ عسکری سطح پر آزاد ہونے کے ساتھ ساتھ اقتصادی آزادی بھی حاصل کر سکیں۔ جس کے بغیر مکمل آزادی حاصل کرنا ممکن نہیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ اقتصادی لحاظ سے تباہ ہونے والے سوویت یونین آف سوشلسٹ ری پبلک کو ایٹمی قوت ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے نہ بچا سکی۔ ایسا نہ ہو کہ ہم بھوک اور افلاس کے ہاتھوں ایٹمی ڈیٹرنٹ نیلام کرنے پر مجبور ہو جائیں۔

پریس ریلیز

اُسامہ بن لادن کے علاج کے راستے میں امریکہ رکاوٹ نہ ڈالے!

۱۹ مارچ ۲۰۰۰ء= امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اُسامہ بن لادن کی شدید علالت کی خبر پر تشویش اظہار کرتے ہوئے حقوق انسانی کی عالمی تنظیموں پر زور دیا ہے کہ وہ انہیں ہر ممکن فوری طبی امداد فراہم کریں۔ انہوں نے کہا عالم اسلام کی بے بسی اور کسمپرسی سب پر عیاں ہے۔ چیچنیا میں پوری قوم اور انسانیت کے خلاف بربریت اور درندگی کے مظاہرہ پر اگر ہم خاموش رہنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں تو اُسامہ بن لادن کو ہم سے کس تعاون کی توقع ہو سکتی ہے۔ بہرکیف ہم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ امریکہ بہادر کو توجہ دلائیں کہ اس موقع پر مناسب طرزِ عمل کا مظاہرہ کرے اور کم از کم اُسامہ بن لادن کے علاج کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اُسامہ بن لادن کا سوائے اس کے کوئی جرم نہیں کہ وہ ایک سچا مسلمان ہے اور اسلام کی سربلندی کے لئے جدوجہد کو اپنا دینی فریضہ تصور کرتا ہے جو کہ درحقیقت ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہونا چاہئے۔ اسے دہشت گردی قرار دینا حق و انصاف کا راستہ روکنا ہے۔ انہوں نے کہ اسلام ہرگز دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا' نہ ہی کوئی صحیح مسلمان اس کا روادار ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ملک کے تمام مقتدر طبقات سے اس بارے میں نوٹس لینے کو کہا ہے۔

○ آیئے وقتی، وطنی و لسانی اور علاقائی تنگ نظریوں سے یکسو ہو کر ایمان کی آبیاری کیلئے تگ و دو کریں

☆ رحمت اللہ بٹر

○ نظریاتی تحریکوں اور انقلابی جماعتوں میں ایسے اجتماعات بے حد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں

☆ مختار حسین فاروقی

○ اس کام کی عظمت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ہم پوری یکسوئی اور نیت صالح کے ساتھ اجتماع میں شریک ہوں

☆ رشید عمر

○ ہمیں دعوت و اقامت دین کے کام کو "اپنا کام" سمجھ کر کرنا چاہئے

☆ ڈاکٹر عبدالسمیع

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر

مرکزی ناظمین اور اُمرائے حلقہ جات کے پیغامات

چوہدری رحمت اللہ بٹر

ناظم تربیت تنظیم اسلامی پاکستان

ساتھیو! ہمارا پختہ یقین ہے کہ امت مسلمہ آج جن اجتماعی، اقتصادی، سیاسی، عسکری، فکری اور اخلاقی مشکلات کے بوجھ تلے کراہ رہی ہے ان کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے دین فطرت، اسلام کا پیش کردہ رحمت بداماں کا نظام۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام ایک وحدت ہے جو تجزیہ اور تقسیم کو قبول نہیں کرتا۔ انسانی زندگی اس قدر مربوط ہے کہ اس کی اصلاح اور اس کے کسی جزو کی اصلاح ممکن نہیں۔ اسلام، مملکت اور امور دین کو علیحدہ علیحدہ دائروں میں تقسیم نہیں کرتا۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کے دین کے حوالے سے خود نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان کروایا گیا ہے۔ سورۃ الانعام میں :

﴿ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ ﴾

"(اے محمدؐ) کہو کہ بے شک میرے رب نے مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے، بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، ابراہیم کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ کہو کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا ہوں۔"

آیئے وقتی، لسانی، علاقائی تنگ نظریوں اور اس کے ہنگاموں سے یکسو ہو کر اس ایمان کی آبیاری کے لئے تگ و دو کرنے پر ہی اپنا رخ سیدھا رکھیں اور اس کے لئے اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنا اپنا فریضہ ادا کرنے کی لگن سے سرشار ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے اس فرمان کے مستحق بنالیں۔

﴿ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ﴾

"جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسے راستہ سے رزق دیتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کرتا ہے۔"

اسی طرح دوسرا فرمانِ خداوندی ہے :

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾

"اور اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔"

مختار حسین فاروقی

امیر حلقہ پنجاب وسطی

تنظیم اسلامی پاکستان کے قیام کے ربع صدی بعد ملتزم رفقاء کا حالیہ اجتماع تنظیم کے ذمہ داران، مخلص وابستگان، اہل علم اور اہل الرائے کا ایک ایسا اجتماع ہے جو پہلی نگاہ میں امیر تنظیم اسلامی اور تحریک دعوت رجوع الی القرآن کے قائد جناب ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی کم از کم بیالیس سالہ مساعی کا حاصل تو ہے ہی، ملکی و عالمی حالات کے تناظر

میں اور اس قافلہ کے سالار کی عمر کی کیفیت کے لحاظ سے بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

نظریاتی تحریکوں اور انقلابی جماعتوں میں ایسے اجتماعات بے حد اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ رفقاء نیا جوش اور ولولہ لے کر گھروں کو لوٹتے ہیں۔ قائدین کو ساتھیوں کے مورال (Morale) اور حوصلوں کا اندازہ ہوتا ہے' اجتماعی نظم و ضبط کے مناظر ہم عصر تنظیموں اور تحریکوں کو متاثر کرتے ہیں' جبکہ احباب اور مبصرین تنظیم و تحریک کے فکر سے آگاہی حاصل کرتے ہیں اور مخلص ساتھیوں کی لگن اور انتھک محنت دوسروں کے لئے مثال اور گرتے ہوئے حوصلوں کے لئے سہارے کا کام دیتی ہے۔ آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ ایسے اجتماعات سالار قافلہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بھی بنتے ہیں اور ﴿اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا﴾ کی نوید جاں فزاء کا روح پرور جھونکا بھی۔

لہٰذا اس اجتماع میں رفقاء کیلئے ضروری ہے کہ وہ :

☆ ذوق و شوق سے شریک ہوں۔

☆ ہر ملتزم رفیق لازماً شریک ہو۔

☆ گھر سے نکلنے سے لے کر واپسی تک ایک ذمہ دار فرد' ایک باعمل اور نظام عدل و قسط کے قیام کے لئے کوشاں ایک انقلابی جماعت کے ایک سنجیدہ کارکن کا کردار پیش کریں۔

☆ اجتماع میں ہمہ وقت شریک رہیں اور لاہور آتے وقت ذاتی کاموں کی لمبی فہرست ہرگز ساتھ نہ لائیں۔

☆ پروگراموں میں مقررہ وقت سے ۵ منٹ پہلے نشستیں سنبھال لیں۔

☆ فارغ وقت کو مفید گفتگو اور افہام و تفہیم میں صرف کریں' سیر سپاٹا اور ٹھٹھا مذاق ہوٹلوں اور چائے خانوں کی نذر نہ کریں۔

☆ ملک کے دوسرے حصوں سے آئے ہوئے رفقاء سے زیادہ سے زیادہ تعارف حاصل کریں۔

☆ دوران اجتماع ضروری باتوں کو نوٹ کریں اور عمل کرنے کے ارادے سے محفوظ کر لیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اجتماع کو تمام شرکاء کے لئے فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً اور فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَةً کا مصداق کامل بنادے۔ آمین

محمد رشید عمر
امیر حلقہ پنجاب غربی

اللہ کے دین کو قائم کرنے اور اس کے لئے غور و فکر اور منصوبہ بندی کرنے والوں کا تعلق حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ جیسے اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ ہے۔ اس لئے تنظیم اسلامی کا اجتماع کوئی معمولی اجتماع نہیں ہے۔ اس کام کی عظمت ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم پوری یکسوئی اور نیت صالح کے ساتھ اس میں شریک ہوں۔ تاکہ واپس اپنے مقامات پر جاکر اعلائے کلمۃ اللہ کی ذمہ داری کو نئے جذبہ اور جوش کے ساتھ ادا کرسکیں۔

ڈاکٹر عبدالسمیع
نائب امیر تنظیم اسلامی برائے بیرون پاکستان

تنظیم اسلامی کے ایک کارکن اور ذمہ دار کی حیثیت سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ نامساعد حالات کے باوجود تنظیم اسلامی کا کام جس قدر آگے بڑھ سکتا تھا' اتنا آگے نہیں بڑھا۔ اس کی وجہ ہم خود ہیں۔ میرا تجزیہ یہ ہے کہ ہم اپنے گھر کے کام کاج اور کاروبار اور "جاب" کی مصروفیات یہاں تک کہ سماجی تقریبات میں شرکت کو تو "اپنا کام" سمجھ کر کرتے ہیں لیکن ہم دعوت و اقامت دین کے کام کو اپنا کام نہیں سمجھتے۔ آیئے اس اجتماع میں اس بات کا عزم کریں کہ آئندہ ہم اس کام کو کم از کم "اپنا کام" ضرور سمجھیں گے۔

محمد نسیم الدین
امیر حلقہ سندھ کا پیغام

تحریکی کارکنوں کا نصب العین تو صرف اور صرف رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے لیکن رفتہ رفتہ نصب العین نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور تحریک ہی ان کا مطلوب و مقصود بن جاتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جسے تنظیم کے ہر رفیق کے ذہن میں ہر دم مستحضر رہنا چاہئے۔ یاد رکھئے شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور ہمیں اسے دشمن ہی سمجھ کر ہر لحظہ اس سے چوکنا رہنا چاہئے ورنہ شدید اندیشہ ہے کہ شیطانی اغوا میں پڑ کر کہیں ہم نصب العین کے حصول کے ذریعہ ہی کو نصب العین نہ سمجھ بیٹھیں۔ ایک بار پھر نوٹ کرلیں کہ ہمارے ہر عمل اور ہماری ہر سوچ کا محور و مرکز رضاء الٰہی کا حصول ہونا چاہئے اور تنظیم رضاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے ہمارا مطلوب و مقصود نہیں۔

شمس الحق اعوان
ناظم حلقہ پنجاب شمالی

اس سالانہ اجتماع کے موقع پر راقم کا رفقائے تنظیم کے نام یہ پیغام ہے کہ کثرت و قلت کا احساس کئے بغیر اپنے فکر کو دن بدن پختہ کریں اور اس کی آبیاری کے لئے تلاوت قرآن حکیم کو اپنا شعار بنائیں۔ ایمان میں اضافہ کے لئے دو نکاتی پروگرام کو ہمیشہ مستحضر رکھیں جن رفقاء نے اس پر عمل کیا وہ تنظیم سے جڑے رہے اور ایمان کی نعمتوں سے مالا مال ہوئے۔ اس لئے آنحضور ﷺ کی درج ذیل حدیث حتمی ہے :

((مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ))

"تم میں جو شخص برائی کو دیکھے اسے چاہئے کہ اسے وہ ہاتھ سے روکے اگر اتنی استطاعت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور اگر اتنی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

دور حاضر جبکہ ظہر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ پیش کر رہا ہے اور حزب الشیطان پوری قوت کے ساتھ صدائے حق دبانے میں مصروف ہے ایسے میں کچھ لوگ تو کھڑے ہوں جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانا فخر محسوس کرتے ہیں۔ یقین جانو کہ وہ وہی لوگ ہوں گے جو قرآن حکیم کی بنیاد پر کسی تحریک کو کھڑا کرنے میں کامیاب ہوسکے۔

مجھے امید ہے کہ یہ کام اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس فکر کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے جس کے ہم سب امین ہیں۔ لہٰذا

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اپنی اجتماعیت کی قدر پہچانیئے!

ہماری نجات محض اس وجہ سے نہیں ہو گی کہ ہم ایک جماعت میں شامل ہیں' بلکہ نجات کا انحصار جماعت میں شامل ہر فرد کی انفرادی محنت پر ہے

۱۹۹۴ء میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر "ندائے خلافت" میں شائع ہونے والی نثار احمد ملک کی خصوصی تحریر

میرے ساتھیو! آپ یقیناً اس چھوٹے سے قافلے میں پورے شعور کے ساتھ شامل ہوئے ہیں لیکن آپ کو معلوم بھی ہے کہ تنظیم اسلامی اور اس کے قائد نے ہمیں کیا دیا ہے؟ آج جب کہ درجنوں جماعتیں اور جمعیتیں اپنے اپنے انداز میں بظاہر اللہ کے دین کے کام میں کوشاں ہیں' آخر آپ نے تنظیم اسلامی کو ہی کیوں منتخب کیا؟ ان سطور میں انہی دو سوالات کا جواب دے رہا ہوں اگر انہیں میری طرف ہی لوٹا دیا جائے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا آج درجنوں جماعتیں دین کے نام پر موجود ہیں۔ ہر جماعت کا یہی دعویٰ ہے کہ اصل کام تو وہی ہے جس کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے۔ گویا ان کا طرز فکر یہ ہے کہ ہم چو ما دیگرے نیست! جن لوگوں کو بھی اس ماحول میں کام کرنے کا موقع ملتا ہے وہ اس طرز فکر کے حاملین سے بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ طرز فکر کچھ اتنا غلط بھی نہیں۔ اس لئے کہ وہ جو کام کر رہے ہیں' حق جان کر ہی تو کر رہے ہیں تو پھر ان کا یہ دعویٰ غلط کیسے ہو جاتا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ یہ طرز فکر جو بطور خود تو غلط نہیں' لیکن تب غلط ہو جاتا ہے جب آپ دوسروں کی خدمات اور کام کو تسلیم کرنے کا حوصلہ نہ پا کر یکسر مسترد کر دیں۔ اب آپ اس ماحول میں اگر اپنے قائد کے افکار و نظریات اور اپنی جماعت کے مزاج پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ ہم چھوت کے اس جماعتی مرض سے محفوظ و مامون ہیں۔ تنظیم اسلامی کے رفقاء کی تربیت ہی اس نہج پر کی جاتی ہے کہ دوسروں کو نہ صرف برداشت کرنے کا حوصلہ پروان چڑھے بلکہ دوسروں سے جو خیر کسی بھی پہلو سے پھیل رہا ہے' اس کو تسلیم کرنے کی خو بھی پختہ ہوتی چلی جائے۔ اگر کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو علمی میدان کے لئے وقف کر رکھا ہے تو یقیناً اس سے بھی اسلام کا ہی بھلا ہو گا اور اگر کچھ لوگوں نے بدعات و رسومات کے خلاف کوئی مثبت محاذ بنا رکھا ہے تو یہ بھی دین ہی کی ایک خدمت ہے۔ ہمیں اگر اپنے ان بزرگوں سے اختلاف ہے تو صرف اس بات پر کہ بھلے لوگو! یہ نہ کہو کہ ہم ہی دین کے اجارہ دار ہیں اور یہ دین ہماری محنتوں سے ہی بچا ہوا ہے اور یہ فلاں فلاں تو ہیں ہی گمراہ لہٰذا ان کی خدمت دین چہ معنی دارد!۔ رفقاء گرامی ذرا انصاف سے بتایئے کہ یہ رواداری اور توازن ایک نعمت سے کیا کم ہے؟۔

رفقاء محترم! اب میں آپ کی توجہ فکری افراط و تفریط کے ایک دوسرے خطرناک گوشے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ یہ افراط و تفریط اپنے اسلاف کے بارے میں ہماری محبت و نفرت کے حوالے سے ہے۔ اس حوالے سے بھی آپ کو اکثر و بیشتر انتہا پسندانہ نقطہ ہائے نظر سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ چنانچہ آپ کو کچھ ایسے لوگ بھی مل جائیں گے جو ابھی تک قیام پاکستان کے دکھ کو نہیں بھلا سکے اس لئے کہ ان کے بزرگوں کی آراء کے علی الرغم بیسویں صدی میں عالم اسلام کی یہ عظیم مملکت وجود میں آ گئی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا وظیفہ یہ ٹھہرا لیا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے' موقع بے موقع جناح اور اقبال کو آڑے ہاتھوں لو! گویا اب ان کا فرض اتنا ہی رہ گیا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا مدنیؒ کا قصیدہ پڑھ لیا جائے اور جناح اور اقبال کو کوس لیا جائے۔ ہمارے ان بزرگوں کی کل تحقیق کا زور اس نقطے پر مجتمع ہو جاتا ہے کہ جناح اور اقبال کی شخصی کمزوریوں پر مبنی روایات کو اکٹھا کیا جائے اور اس فانی جہان کو چھوڑ جانے کے بعد بھی ان کی ان خطاؤں کو معاف نہ کیا جائے جو اب شاید رب غفور و رحیم بھی معاف کر چکا ہوا۔ پھر ہمارے یہ بزرگ کہتے ہیں کہ پاکستانی قوم ہمارے بزرگوں کا احترام نہیں کرتی۔ ہم ان سے عرض کرتے ہیں کہ جب آپ بارہ کروڑ عوام کے مسلمہ اکابرین کے احترام کی روش ترک کئے ہوئے ہیں تو آپ کے متنازع بزرگوں کا احترام کون کرے گا؟۔

رفقاء گرامی' یہ فکری عدم توازن کی ایک انتہا ہے۔ جبکہ دوسری طرف آپ دیکھیں گے کہ ہماری عظیم اکثریت کی حالت یہ ہے کہ وہ ابھی تک ابوالکلام آزادؒ اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے اس "جرم" کو معاف نہیں کر سکی کہ قیام پاکستان کے وقت ان کا نقطۂ نظر مسلم لیگ اور جناح سے مختلف تھا۔ یہ بات میں صرف عوام کی نہیں' دانشوروں اور تاریخ نویسوں کی کر رہا ہوں جنہیں مولانا مدنیؒ کے علم و فضل اور تقویٰ و تدین سے بھی حیاء نہیں آتی۔ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ ابوالکلام سے سیاسی اختلاف میں اس قدر اندھے ہو گئے ہیں کہ ان کی علمی و فکری رفعت سے بھی انکاری ہیں۔

اسلام کے بارے میں محبت و نفرت کی انتہا یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ بات بڑے فخر سے کہہ دیتے ہیں کہ میں ابوالکلام کا اندھا مقلد ہوں! کچھ لوگوں نے کٹر حنفیت اور دیوبندیت کے دعوے کر رکھے ہیں۔ گویا وہ کل حق کو دیوبندیت اور حنفیت میں محصور سمجھے بیٹھے ہیں۔ رفقاء گرامی! آپ کو اپنے ماحول میں "خادمین دین" کی ایک عظیم اکثریت ایسی بھی ملے گی جو صبح و شام مولانا مودودیؒ کو نجانے کن کن القابات سے یاد فرما کر اپنے لئے بلندی درجات کا ساماں کرتے ہیں۔ بات انہی پر ختم ہو جاتی تو پھر بھی خیر تھی' دوسری طرف سے فکر مودودی یہ ٹھہرا کہ مولانا مرحوم و مغفور نے جو کچھ کہہ دیا ہے' وہ حرف آخر! مولانا کے خلاف لکھے جانے والے ہر حرف کا جواب فکر مودودی کے وارثوں نے اپنے اوپر لازم ٹھہرا لیا۔ گویا مولانا مودودی سے بھی بھلا کوئی فکری خطا ممکن ہے؟۔

میرے ہم سفرو! ایسے ماحول میں جبکہ ہر طرف شخصیتوں کے بت تراش کر سجا لئے گئے ہوں اور ان بتوں

کی پرستش مسلک کے شعائر اور عقیدے کے اجزاء میں شامل ٹھہرے'، کسی متوازن راہ کا مل جانا غنیمت ہے کہ نہیں۔ میں جب اس سارے "مذہبی کلچر" کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے امیر کے افکار پر نظر دوڑاتا ہوں تو نجانے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں روشنیوں کے کتنے چراغ ہیں کہ جو روشن ہو جاتے ہیں۔ مجھے جناح کے مقام کا بھی صحیح تعین مل جاتا ہے'، مجھے انقلابی فکر کی تکمیل میں ابوالکلام آزاد کے Contribution کا بھی اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوتی'، مجھے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مجاہدانہ کردار کا بھی ادراک ہو جاتا ہے'، میں اقبال کی فکری بلندیوں سے آگہی حاصل کرنے میں بھی ٹھوکر نہیں کھاتا اور مجھے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلامی نظام

دوسری جماعتوں کی طرح یہاں نصب العین کی دوئی نہیں ہے

حیات کی تدوین نو میں مولانا مودودیؒ کے قلم کی جولانیاں بھی اپنا مماثل نہیں رکھتیں۔ مجھے کسی کو کوسنے اور کسی کی اندھی تقلید کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی بلکہ ان سب بزرگوں کی طرف سے آنے والے علم و حکمت اور حرکت و عمل کے چشموں کے سے سیراب ہونے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ انقلابی فکر کی ترویج میں ان کی قربانیوں کی تدریج پر ان کے لئے اٹھتے بیٹھتے دعا نکلتی ہے' اس لئے کہ اگر وہ اس فکری سرمائے اور عملی خطوط کو ہم تک نہ پہنچاتے تو شائد ہم آج اتنی آسانی اور انشراح صدر کے ساتھ آگے نہ بڑھ سکتے۔

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ سب کچھ آج ہی ہم پر منکشف ہوا۔ لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ اس انقلابی فکر میں نکھار' جس قدر امیر محترم مدظلہ نے پیدا کیا ہے' اس قدر پہلے نہ تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے چند مثالیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرائض دینی کا تصور آپ کو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے لٹریچر میں بھی مل جائے گا لیکن اسے آپ کو ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی تحریروں میں سے خود محنت و کوشش کر کے اخذ کرنا ہوگا جبکہ امیر محترم نے فرائض دینی کے جامع تصور کو دو اور دو چار کی طرح' ڈایاگرام کی مدد سے غیر مبہم انداز میں قرآن و سنت کے مضبوط دلائل کی روشنی میں واضح کر دیا ہے۔ یہ تصور نہ صرف واضح کیا بلکہ اپنے رفقاء کو رٹوا بھی دیا ہے۔

اسی طرح آپ کو فکری اعتبار سے یہ امتیاز بھی صرف تنظیم اسلامی اور اس کے امیر کے ہاں ملے گا کہ انقلابی عمل کے تمام مراحل کو' ان کے پورے تقاضوں کے ساتھ بیان کر دیا۔ میں اپنے حقیر سے مطالعہ کی روشنی میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اسلام کے انقلابی فکر کی تدریج میں ان تمام مراحل کی مکمل وضاحت پہلی مرتبہ امیر محترم مدظلہ کے ذریعے سے ہوئی ہے۔ میں یہ تو ہرگز نہیں کہتا کہ اب اس میں کسی تبدیلی یا اضافے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ آگے آنے والے لوگ پیش آمدہ نئے حالات کی روشنی میں اس کو اس سے بھی بہتر انداز میں پیش کر سکیں لیکن یہ میں ضرور کہوں گا کہ ان فکری خطوط کو پھلانگ کر انقلاب اسلامی کے لئے کوئی نئی راہ نکالنا شائد مشکل ہو۔ اس حوالے سے بھی آپ اگر معاصر تحریکوں سے اپنا موازنہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ صرف اسلامی انقلاب کے "نعرہ" سے واقف ہیں' اس انقلابی عمل کے مراحل و مدارج سے وہ یکسر ناواقف ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس رفقاء تنظیم اسلامی نے ان مراحل کو فکری سطح پر خوب اچھی طرح ہضم کر لیا ہے۔

رفقاء محترم' تنظیم اسلامی کی فکر کا ایک امتیازی پہلو یہ بھی ہے کہ دوسری جماعتوں کے برعکس یہاں نصب العین کی دوئی نہیں ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے اس بات کو رفقاء کے قلوب و اذہان میں خوب اچھی طرح اتار دیا ہے کہ ہمارا نصب العین فقط اللہ کی رضا جوئی ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اکثر جماعتوں نے نصب العین کی دوئی کو یہ کہہ کر برقرار رکھا کہ ہمارا نصب العین اقامت دین اور اللہ کی خوشنودی ہے۔ ہمارے قائد نے بظاہر اس باریک لیکن نتائج کے اعتبار سے بہت ہی گہرے فرق کا ادراک اچھی طرح کر لیا۔ چنانچہ ان کا کہنا یہ ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد ہمارا دینی فرض ہے جبکہ اس جدوجہد کی غرض و غایت حصول رضائے الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔ اب آپ خود سوچئے کہ جس کے قلب و ذہن میں یہ حقیقت ثبت ہو جائے' کیا وہ بھی صبح و شام کی اپنی محنت کو بظاہر ثمر آور ہوتے نہ دیکھ کر دل ہار کر بیٹھ جائے گا؟ کیا وہ نصب العین تک پہنچنے کے لئے الٹے سیدھے طریقے بھی ایجاد کرے گا؟۔ کیا وہ اقامت دین کے لئے خود دین کو قربان کر دینے کا متحمل ہو سکے گا؟۔ یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور سوال میں آپ سے یہ بھی کروں گا کہ کیا اس اعلیٰ نصب العین کے واضح ہو جانے کے بعد بھی ہمیں اپنی صلاحیتوں کے کچھ حصے کو بچا کر رکھنا چاہئے؟۔

تنظیم اسلامی نے روحانی ترفع کے لئے بھی جو فکر دیا ہے وہ بہت ہی متوازن ہے۔ امیر محترم مدظلہ نے روحانی ترفع کے خانقاہی تصور کے برعکس قرآن و سنت پر مبنی فکر کو "تقرب بالفرائض اور تقرب بالنوافل" کے زیر عنوان بیان کیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امت کی وہ عظیم اکثریت جس کا دین اسلام کے مذہبی گوشے سے کسی بھی درجے میں کوئی تعلق ہے' اپنے فرائض کی ادائیگی سے یکسر غافل ہے لیکن نوافل کے ڈھیر جمع کر رہی ہے۔ نوافل کی اہمیت اس قدر کیوں ہو گئی؟۔ اس کا ایک طویل تاریخی پس منظر ہے جس سے رفقاء تنظیم یقیناً واقف ہوں گے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اسلام مغلوب ہو گیا اور اس کے غلبے کے لئے کی جانے والی کوششیں ناکامی سے دوچار ہوئیں بلکہ ان کا جاری رکھنا بھی ناممکنات میں شامل ہو گیا تو ان حالات میں علماء و صوفیاء کی اکثریت نے اقامت دین کی جدوجہد سے اپنے آپ کو الگ کر لیا اور اپنے اور عوام کے ایمان کو بچانے کیلئے خانقاہوں کی پناہ ڈھونڈی۔ آہستہ آہستہ عوام نے نماز روزہ کو ہی فرض سمجھ لیا اور اگر کہیں دینی جذبہ زیادہ بے باک ہوا تو اس کو تصوف کے راستے نوافل پر لگا دیا گیا۔ آج جب کہ دین مغلوب ہے' اصل اہمیت فرائض کے ذریعے تقرب حاصل کرنے کی ہے۔ یہاں میں یہ بات واضح کرتا جاؤں کہ امیر محترم مدظلہ انفرادی سطح پر نوافل کی کثرت کو مستحسن سمجھتے ہیں لیکن کسی اجتماعیت کا اس رنگ میں اس قدر رنگ جانا کہ اقامت دین کی جدوجہد کی حیثیت ثانوی اور سلوک کی منازل طے کرنے کی حیثیت پہلی ہو جائے' ہرگز مطلوب نہیں ہے۔ ان دونوں چیزوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک ہے انفرادی سطح پر تہجد میں کھڑے ہو کر قرآن کو اپنے قلب پر اتارنا کہ یہ روحانی ترفع اقامت دین کی جدوجہد میں مدومعاون ثابت ہو جبکہ پوری اجتماعیت کو چلوں' مراقبوں اور نوافل کے ڈھیروں کے نیچے دفن کر دینا بالکل الگ چیز ہے۔ امیر محترم مدظلہ نے اس فرق کو خوب اچھی طرح واضح کیا ہے۔

رفقاء محترم! اب میں تنظیم اسلامی کے تربیتی نظام اور آزادی اظہار رائے کے حوالے سے چند نمایاں پہلوؤں کی نشاندہی کروں گا۔ امیر محترم نے اپنے آپ کو ہر مناسب فورم اور موقع پر آپ کے سامنے احتساب کے لئے پیش کیا ہے۔ مجھے بتایئے کہ ہم نے کبھی اپنے امیر کے ساتھ رعایت کی ہے؟۔ کیا ہماری تنقیدوں کو امیر محترم

تنظیم اسلامی نے روحانی ترفع کے لئے قرآن و سنت پر مبنی جو فکر دیا ہے وہ بہت ہی متوازن ہے

مدظلہ نے گھنٹوں بڑے تحمل اور حوصلے کے ساتھ نہیں سنا؟۔ آپ یقیناً کہیں گے کہ سنا ہے۔ لیکن میں اس وقت جو بات آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ روایت آپ کو صرف تنظیم اسلامی میں ہی ملے گی۔ میں چونکہ خود مختلف جماعتوں سے ہوتا ہوا تنظیم اسلامی تک پہنچا ہوں' اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ جماعتوں کے قائدین کے رویئے' ان کا کردار زیر بحث آتا ہی نہیں ہے۔ کم از کم یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ عام ارکان کے لئے کوئی فورم نہیں ہوتا

امیر محترم نے ہر مناسب فورم اور موقع پر خود کو احتساب کے لئے پیش کیا ہے

کہ وہ اپنے امیر پر تنقید کر سکیں' شاید شوریٰ میں ایسا ہوتا ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان ارکان کی تربیت ہی اس طرح کی جاتی ہے کہ ان کے ذہن میں بھی یہ بات سماتی ہی نہیں کہ اپنے امیر پر بھی تنقید کی جاسکتی ہے۔ وہاں تو قائدین کے ہاتھ چومے جاتے ہیں۔ گویا ارکان کے دلوں کو عقیدت کے تیروں سے پہلے ہی اس قدر گھائل کر دیا جاتا ہے کہ تنقید کا خیال ابھرنا ہی محال ہوتا ہے۔

اسی طرح آپ نے اس بات کا بھی یقیناً مشاہدہ کیا ہوگا کہ جماعتیں اپنے ارکان کو دوسروں کی "نظر بد" سے بچا کر رکھتی ہیں کہ کہیں کسی کے سحر کا اثر نہ ہو جائے! چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ طلبہ کی ایک ایسی جماعت جس کی بنیادوں میں امیر محترم نے اپنی جوانی کا خون ڈالا تھا' اس غزل سرا کو کبھی اپنے چمن میں نہیں آنے دیتی' مبادا کسی کے دل میں شہد کے میٹھے قطروں کی طرح قرآنی فکر اتر جائے اور وہ اپنی راہ الگ کرلے۔ اس کے برعکس تنظیم اسلامی کے امیر نے متعدد مواقع پر اپنی برسوں کی کمائی دوسرے قائدین کے سامنے لاکر رکھ دی کہ یہ ہیں میرے جان نثار' ان پر میری فکری کجی کو واضح کر کے اور ان کی اور میری رہبری کا فریضہ ادا کیجئے۔ گویا آپ کے اور میرے امیر نے نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر یہ بات ثابت کر دی کہ جس نے میرا ساتھ دینا ہے وہ علیٰ وجہ البصیرۃ دے۔

تنظیم اسلامی کی دوسری جماعتوں کے مقابلے میں ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ فکر قرآنی پر اٹھنے والی تحریک ہے۔ اس ضمن میں بھی عرض کروں گا کہ بیسویں صدی عیسوی میں اٹھنے والی تحریکوں میں تنظیم اسلامی واحد تحریک ہے کہ جس کے نہ صرف افکار قرآنی ہیں بلکہ اپنے رفقاء کو جس نے قرآن کو براہ راست سمجھنے سمجھانے پر لگایا ہے۔ دوسری تحریکیں کسی شخصیت کے لٹریچر کی بنیاد پر اٹھتی رہی ہیں۔ پھر ان تحریکوں میں اگر قرآن کے دروس کا رواج ہوا بھی ہے تو وہ ترجموں اور تفسیروں کے مطالعہ کے حوالے سے ہی ہوا۔ جبکہ تنظیم اسلامی کے رفقاء میں عربی زبان پڑھنے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حلقہ ہائے مطالعہ قرآن کا قیام اور رفقاء کے اندر قرآن کے سمجھنے سمجھانے کا شوق منفرد خصوصیت ہے۔ بہت سی جماعتیں جو کسی مسلک کی بنیاد پر قائم ہیں' ان کے ہاں تو سرے سے کوئی لٹریچر موجود ہی نہیں ہے جبکہ بعض دوسری جماعتوں میں کسی شخصیت کا تحریر کردہ لٹریچر تو موجود ہے لیکن قرآن کے افہام و تفہیم کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

رفقاء گرامی اب آخر میں' میں آپ سے دو باتیں عرض کر کے اپنی گزارش ختم کروں گا۔ پہلی بات یہ کہ اس فکری نکھار کے باوجود بھی اگر ہمارے اندر حرکت پیدا نہ ہو اور تن من دھن لگا دینے کا جذبہ پیدا نہ ہو تو مجھے بتایئے اس سے بڑی ناشکری کیا ہو گی۔ اس کا مطلب تو یہ ہو گا کہ آپ کو علمی طور پر تو ان سب باتوں کا شعور حاصل ہے لیکن اس امر کا شاید ادراک نہیں ہے کہ آپ کو اس عہد میں ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ اور تنظیم اسلامی کی شکل میں کتنی بڑی نعمت میسر آگئی ہے۔ اندھیروں کے سرپھرے نقیب کس قدر سبک رفتار ہیں' شاید آپ کو اس کا اندازہ نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر ہم روشنی کو چھپائے پھریں تو گویا ہمیں اس حقیقت کا ادراک ہی نہیں کہ آج روشنی عام کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ کو اپنے بوڑھے امیر کی مشقت کا بھی اندازہ نہیں اگر ہم میں سے ہر کوئی اپنے امیر جتنی محنت بھی شروع کر دے تو منزل دور نہیں۔

رفقاء گرامی' ہمیں اس دنیا میں کامیابی کے لئے بھی اور اخروی فلاح کے لئے بھی محنت بہرحال کرنی پڑے گی۔ آج آپ از سرنو جائزہ لیجئے کہ آپ تنظیم اسلامی میں کیوں شامل ہوئے تھے۔ کیا ان مقاصد کی طرف کوئی پیش رفت بھی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ جماعتی سہارے کے ذریعے کسی خود فریبی میں مبتلا ہوں۔ اگر آپ تنظیم اسلامی میں محض جماعتی سہارے کے لئے ہیں تو از سرنو غور کیجئے۔ آپ کی اور میری نجات محض اس وجہ سے نہیں ہو گی کہ ہم کسی جماعت میں شامل تھے۔ ہماری نجات جماعت کے اندر انفرادی محنت پر منحصر ہے۔ میرے ہم سفرو! یہ ایک حقیقت ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ مقاصد لاشعور کی تہوں میں دب جاتے ہیں جن کے لئے جماعتوں میں شمولیت اختیار کی جاتی ہے اور جماعت خود مقصد بن جاتی ہے۔ اس لئے گاہے گاہے ان مقاصد کا جائزہ لینے کے لئے "فکری مراقبہ" کرتے رہنا چاہئے۔

رفقاء گرامی! تنظیم اسلامی کے نظم بالا کی طرف سے آپ کو بڑے بڑے اہداف سونپے جائیں گے۔ اس سالانہ اجتماع کے موقع پر میں ادارہ "ندائے خلافت" کی طرف سے آپ کی خدمت میں ایک چھوٹا سا ہدف پیش کرتا ہوں۔ آئندہ سال اگر آپ اس ہدف پر اپنی محنت صرف کریں تو نتائج بہت ہی حوصلہ افزا ہوں گے۔ میری طرف سے وہ ہدف یہ ہے کہ اگلے سالانہ اجتماع کے موقع پر ہر شخص ایک نیا رفیق بنا کر اپنے ساتھ لائے۔ یہ بہت ہی چھوٹا سا ہدف ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اس سال ہزار رفقاء سالانہ اجتماع پر آئے ہیں تو آئندہ سالانہ اجتماع پر دو ہزار ہوں گے' اس کے بعد چار ہزار اور اس کے بعد آٹھ ہزار! آٹھ ہزار رفقاء تنظیم اسلامی کے منظم ہو جانے کے معنی یہ ہوئے کہ آپ آئندہ چار سالوں کے دوران ملک کی سب سے بڑی اسلامی انقلابی جماعت بن جائیں گے۔

رفقائے محترم! آیئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائیں کہ وہ ہمارے عزم و حوصلہ کو بلند رکھے اور اقامت دین کی جدوجہد میں استقامت نصیب فرمائے۔

آمین

حاصل مطالعہ

مومن کی اصل ذمہ داری

جب یہ کہا جاتا ہے کہ دین کی اقامت اہل ایمان پر فرض ہے' تو اس کا مطلب غالباً یہ لے لیا جاتا ہے کہ زمین پر اسلامی نظام زندگی کو بالفعل قائم اور نافذ کر دینے کو ہمارا فرض کہا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط فہمی ہے ہم پر تو جو چیز فرض ہے اور جس کی ہم سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پرسش ہو گی۔ وہ دین کو بالفعل قائم کر دینا نہیں ہے۔ بلکہ اس کو قائم کر دینے کی اپنی پوری طاقت سے جدوجہد کرنا ہے۔ جس نے یہ کر لیا وہ اپنے فرض کو پورا کر گیا' اگرچہ ایک شخص نے بھی اس کی بات نہ مانی ہو' اور ایک ذرہ زمین پر بھی وہ دین حق کو قائم نہ کر پایا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جتنا وہ اٹھا سکتا ہے۔ (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) اس نے کسی پر کوئی ایسی ذمے داری ڈالی ہی نہیں ہے جو اس کی فطری صلاحیتوں اور قوتوں سے زیادہ ہو مثلاً اس نے ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم اس کا تقویٰ اختیار کریں۔ مگر اس کا یہ مطالبہ ہماری واقعی سکت سے بڑھ کر نہیں ہے۔ بلکہ اسی حد تک ہے کہ ہماری خلقی استطاعت کے بس میں ہو۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن: ۱۶) اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جس قدر تم کر سکتے ہو۔

(تحریر: مولانا صدرالدین اصلاحیؒ)

باتیں یاد رکھنے کی!

"قافلہ تنظیم ـــ منزل بہ منزل" سے چند اقتباسات

مغلوبیتِ حق کے دور میں
ایک بندۂ مومن کی اوّلین ذمہ داری

جب حق مغلوب ہو تو وہ شخص ہرگز حقیقی دین دار نہیں ہے جس کی تمام توانائیاں محض دنیا کمانے میں صرف ہو رہی ہوں' چاہے وہ حلال و حرام کی قیود کی پوری پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر ہی کمائی کر رہا ہو اور اس کمائی سے وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کر رہا ہو۔

از روئے قرآن و حدیث جب حق غالب نہ ہو' ایک معاشرے میں اللہ کی شریعت نافذ نہ ہو' تمام دنیوی معاملات' احکام و ہدایاتِ خداوندی اور سنتِ رسول و خلفاءِ راشدین مہدیین کے تابع نہ ہوں بلکہ سراسر اس کے خلاف ہوں تو ایک سچے اور حقیقی مسلمان کا اولین فرض بلکہ اس کی غیرت و حمیتِ دینی کا اولین تقاضا اظہار دینِ حق اور اعلائے کلمۃ الحق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جدوجہد ہے۔ اگر اوامر و احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی اور پامال ہونے پر اس کے خون اور اس کی غیرت و حمیتِ دینی میں جوش نہیں آتا۔ اگر نواہی کی ترویج اور پیروی اور سنتِ رسولؐ کے استہزاء کو دیکھ کر اس میں غم و غصے کی حرارت پیدا نہیں ہوتی۔ اگر طاغوتی اور باطل نظام کے بدلنے کے لئے اس میں کوئی داعیہ نہیں ابھرتا۔ اگر پر معصیت ماحول میں اس کا دم نہیں گھٹتا۔ اور اس پر چین و آرام حرام نہیں ہو جاتا بلکہ وہ اس ماحول میں پاؤں پھیلا کر اور بے فکر ہو کر سوتا رہتا ہے۔ دنیا کی کمائی یا انفرادی زہد و عبادت ہی کافی سمجھتا ہے تو ایسے شخص کو یہ حدیثِ قدسی پیش نظر رکھنی چاہئے جو ہر اس مسلمان کو جس کے دل میں ذرے کے برابر بھی ایمان ہے لرزاں و ترساں کرنے والی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :

> "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں بستیوں کو ان کے رہنے والوں سمیت الٹ دو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ پروردگار ان میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے چشم زدن کی مدت بھی تیری معصیت میں بسر نہیں کی" آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "الٹ ڈالو انہیں پہلے اس پر پھر دوسروں پر' اس لئے کہ اس کے چہرے کی رنگت کبھی میری (غیرت اور حمیت کی) وجہ سے متغیر نہیں ہوئی"۔

چنانچہ ایسے ہی ایک بندۂ مومن کا کام یہ ہے کہ اپنا سب کچھ راہِ حق میں لا کر ڈال دے' اپنی قوت و صلاحیت' اپنی توانائیاں' اپنا مال اور اپنی جان اس کام کے لئے وقف کر دے۔ اس میں کھپا دے تو جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "السعی منا والاتمام من اللّٰہ" کرنا ہمارے ذمہ ہے کسی کام کی تکمیل کر دینا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اس کام کا اتمام و تکمیل کو پہنچنا سراسر اللہ کے اذن اور اس کے فیصلہ پر منحصر ہے اور اللہ کا اذن اور فیصلہ اس کی حکمت کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک اجل معین کر رکھی ہے' ہم نہیں جانتے کہ اس نے اپنے دین کی نشاۃ ثانیہ اور اس کے غلبہ و اظہار کے دورِ ثانی کے لئے کون سا وقت مقرر فرمایا ہوا ہے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ دینِ حق کے بالفعل قائم اور نافذ ہونے تک ابھی اللہ تعالیٰ کتنے قافلوں کو اٹھائے' جو کچھ دور تک چلیں' چند کٹھن منازل طے کریں' اور پھر تھک ہار کر رہ جائیں' پھر کوئی دوسرا قافلہ ایک عزمِ نو کے ساتھ مترتب ہو اور آگے بڑھے اور اس جدوجہد کو کسی خاص حد تک لے جائے ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ البتہ ہم یہ جان گئے ہیں اور یہ جان لینا ہی ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مسئول ہیں عزمِ مصمم کرنے پر' اور ہم مسئول ہیں سعی و جہد پر' ہم مسئول ہیں اپنی سی کر گزرنے پر۔ اس راہ کے کسی ایک مرحلے کی تکمیل بھی ہمارے بس میں نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق اور اس کی حکمت پر منحصر ہے۔

پر صعوبت کام

یہ راہ' جس پر گامزن ہونے کے لئے ہم ایک جذبہ صادق اور عزمِ صمیم کے ساتھ ایک قافلہ کی شکل اختیار کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں' بڑی کٹھن اور پر صعوبت ہے اور اس پر چلنے کے لئے "چیتے کا جگر چاہئے اور شاہین کا تجسس" اور بمصداق آیۂ قرآنی ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ "بے شک یہ بہت ہی ہمت کے کاموں میں سے ہے"۔

بشارت

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بشارت اور خوشخبری بھی پیشِ نظر رکھئے کہ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ ﴿ وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ "اور جو لوگ ہماری راہ میں لگیں گے' کھپیں گے' جدوجہد کریں گے ان کو ہم یقیناً اپنے راستوں کی ہدایت دیں گے۔" مزید برآں یہ کہ اس راہ میں کھپ جانے والوں' اپنی جان کی توانائیاں لگانے والوں اور اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی کو صرف کرنے والوں کو اللہ اپنا "انصار" قرار دیتا ہے۔ ایک بندہ عاجز کے لئے اس سے بڑا اعزاز اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا کہ اس کا رب' اس کا آقا و مالک اور اس کا خالق اس کو انصاری (یعنی اپنا مددگار) قرار دے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

تنظیمِ اسلامی کی اہم خصوصیات

تنظیمِ اسلامی نے بھی اسی کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ اس ضمن میں تنظیم کی سب سے اہم اور سب سے عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی اساس "دعوت رجوع الی القرآن" پر قائم ہے۔ اس کا پہلا مرحلہ وہ تھا کہ جب قرآن حکیم کے ذریعہ دعوت و تبلیغ' انذار و تبشیر' تذکیر و تزکیہ اور تطہیر افکار و اعمال کا کام انجام دیا گیا۔ لوگوں کے سامنے یہ بات واضح کی گئی کہ منبع ایمان اور سرچشمہ یقین قرآن حکیم ہی ہے۔ علم و حکمت کا خزینہ یہی اللہ کی آخری کتاب ہے۔ موعظہ حسنہ بھی یہی اور ذکر بھی یہی کتاب اللہ ہے۔ شفاء للناس بھی یہی ہے اور دلوں میں حقیقی یقین بھی اس سے پیدا ہوگا۔ تربیت اس سے ہوگی' تعلیم اس سے حاصل ہوگی۔ قلوب میں ایمان کی شمع اس سے فروزاں رہے گی۔ عمل کا داعیہ اسی کی دعوت و تبلیغ سے بیدار ہوگا دنیوی فوز و فلاح اور اُخروی نجات کا ذریعہ بھی یہی کتاب اللہ ہے۔ مزید برآں ہمارے نزدیک قرآن حکیم وحی متلو ہے اور حدیث شریف وحی غیر متلو۔ احادیث صحیح' قرآن مجید سے کوئی جدا چیز نہیں بلکہ وہ قرآن حکیم کی تشریح و تبیین ہیں۔ لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ کتاب و سنت ایک وحدت ہیں۔"

اساسی طریق کار

ہماری تنظیم کا اوڑھنا بچھونا اللہ کی کتاب ہی رہے گی۔ یہی قرآن حکیم ہمارا مرکز و محور ہوگا۔ ہماری ساری جدوجہد میں رہنمائی کا مقام اسی ھدی للناس کو حاصل رہے گا۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہماری مشعل راہ ہوگی۔

ایک وضاحت

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ "تنظیم اسلامی" نہ عام معنی میں دنیوی یا سیاسی جماعت ہے نہ محدود مفہوم میں مذہبی تنظیم بلکہ یہ ایک ہمہ گیر دینی جماعت ہے۔ اس کے نظم کو عام معاشرتی و ثقافتی انجمنوں یا طبقاتی و پیشہ ورانہ تنظیموں یا سیاسی و قومی جماعتوں کے قواعد و ضوابط کی پابندی پر بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہاں "سمع و طاعت" کا خالص اسلامی اور ٹھیٹھ دینی اصول کار فرما رہے گا۔

دینی فرائض کا جامع تصور
جن کی ادائیگی کیلئے تنظیم کا قیام عمل میں آیا

○ دینی فرائض کی پہلی منزل کیلئے جامع عنوان عبادتِ رب ہے۔ یہی انسان کا مقصد تخلیق بھی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ اپنے خالق و مالک کی محبت سے سرشار ہو کر زندگی کے تمام معاملات میں اس کی اطاعت پر کاربند ہو جانے کا نام عبادت ہے۔ یہ وہ بنیادی فرض ہے جس کا ہر مسلمان مکلف ہے اور ہر مسلمان نے اس کو ادا کرنا ہے۔ اس عبادت رب کے بھی دو دائرے یا دو مراحل ہیں۔

پہلا دائرہ یا مرحلہ ہر مسلمان کی انفرادی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ جس پر فوری طور پر عمل کرنا فرض ہے۔ اس کو کسی حال میں ملتوی نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں تاخیر و تعویق ایمان کے منافی ہے۔ اس معاملے میں ماحول کی ناسازگاری کا عذر اللہ کے ہاں بالکل بے وزن ہو گا۔

دوسرا دائرہ یا مرحلہ اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتا ہے جس پر چلنا اسلامی نظام عملاً نافذ ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ لہٰذا کتاب و سنت کے تعلیم کردہ طریق کار کے مطابق ایک ایسا معاشرہ قائم کرنے کی اجتماعی طور پر عملی جدوجہد ضروری ہے جس میں اسلامی نظام نافذ ہو سکے۔ اور جاری و ساری رہ سکے۔

○ فرائض دینی کی دوسری سطح کے لئے جامع عنوان ہے: شہادت علی الناس۔ میرے محدود مطالعہ میں قرآن و حدیث میں "شہادت حق" کی اصطلاح کہیں استعمال نہیں ہوئی۔ جہاں بھی ذکر ہے وہ شہادت علی الناس ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی امت ہونے کی حیثیت سے یہ فرض امت مسلمہ پر بحیثیت امت عائد ہوتا ہے۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور خاتم المرسلین بھی' اب قیامت تک نبی اکرم ﷺ کا دورِ رسالت جاری و ساری رہے گا۔ اور نوع انسانی رشد و ہدایت کی محتاج رہے گی۔ لہٰذا نبی اکرم ﷺ نے ۲۰ سالہ محنت شاقہ کے نتیجے میں ایک امت تشکیل دے کر شہادت علی الناس کا فریضہ اُمت کے سپرد کر دیا۔ اب یہ اُمت کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے قول و عمل سے نوع انسانی کے سامنے حق کی شہادت دے۔ اگر امت بحیثیت امت اس فرض سے غافل ہو جائے تو از روئے قرآن حکیم جن لوگوں کو بھی اس کے شعور کی توفیق ملے' ان کا فرض ہے کہ وہ منظم ہوں اور اس فرض منصبی کو ادا کرنے کی کوشش میں اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں کھپا دیں۔ بفحوائے آیاتِ قرآنی:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

(اے امت محمدؐ) اب دنیا میں تم بہترین گروہ ہو جس کو انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو' بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔

اور:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

"تم میں ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے' بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکتا رہے۔ جو لوگ یہ (تین) کام کریں گے وہی لوگ ہوں گے جو فلاح پائیں گے"۔

○ غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا تیسرا دینی فریضہ ہے۔ درحقیقت یہ پہلے اور دوسرے مقاصد کا تکمیلی مرحلہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مسلمان اطاعت کلی کے ساتھ عبادت رب کے فرض کی ادائیگی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک "اسلام" بحیثیت حکمران غالب نہ ہو اور ہماری انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ کا اٹل اصول بلکہ حکم کار فرما نہ ہو۔

اس طرح شہادت علی الناس کا فرض بھی صحیح طور پر اُسی وقت انجام پا سکتا ہے جب اللہ کا دین بہ تمام و کمال قائم و نافذ ہو اور بنی نوع انسان اس نظام کے چلتے پھرتے نمونے اور اس کی برکات کا سر کی آنکھ سے مشاہدہ کر سکے۔ لہٰذا اظہار دین حق کی سعی و جہد پوری امت کے فرائض منصبی میں داخل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں جزیرہ نمائے عرب میں اس دین کی تکمیل فرمادی تھی اور وہ نظام عدل عملاً قائم فرما دیا تھا جو آنحضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد خصوصی تھا۔ اس نظام عدل پر خلافت راشدہ قائم رہی۔ اس لئے اس نظام کو "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کہا جاتا ہے۔ اسی نظام عدل کے قیام و نفاذ کے لئے صحابہ کرام ؓ نے اپنی زندگیاں کھپائیں۔

یہ ہمارے دینی فرائض کا وہ اجمالی تصور جس کی بنیاد پر ہماری تنظیم کی تاسیس ہوئی اور جس کا پیش منظر اور پس منظر مستحضر رکھنا تنظیم کے ہر رفیق کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔

ہمارا مطالبہ ' ہماری اپیل
دستور خلافت کی تکمیل

اقامتِ دین کا ماٹو

جو کام کرنے کا عزم ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا ہے وہ بیک وقت آسان بھی ہے اور مشکل بھی' آسان اس اعتبار سے کہ یہ ہمارے دین کا تقاضا' ہماری فطرت کی پکار اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے پروردگار کی جانب سے عائد کردہ فرض ہے۔ لہٰذا اس کی ادائیگی کی سعی و جہد سے دلوں کو راحت اور قلوب کو اطمینان و سکون حاصل ہو گا —— اور مشکل اس اعتبار سے کہ بسا اوقات اس راہ کی مسلسل جدوجہد کا کوئی محسوس نتیجہ برآمد ہوتا نظر نہیں آتا اور انسان کو کمال صبر و استقامت کے ساتھ اپنی محنت کے نتائج و ثمرات سے بالکل بے نیاز ہو کر کام کیے جانا پڑتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ "اے علی! اگر اللہ تیرے ذریعے کسی ایک انسان کو بھی ہدایت کی راہ پر لے آئے تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔" بس یہی اس راہ کے ہر مسافر کا ماٹو (Motto) ہونا چاہئے اور اگر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک فرد بشر کو بھی سیدھی راہ پر لے آئے تو اسے چاہئے کہ اس بات کو واقعتاً ایک دولت بے بہا اور نعمت غیر مترقبہ تصور کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہمارے قلب و نظر کی کیفیت فی الواقع یہ نہ ہو جائے تو اس راہ میں ثابت قدم رہنا محال ہے۔

(مولانا عبد الغفار حسن کی تنظیم اسلامی کی تاسیس کے موقع پر ایک تقریر سے اقتباس)

سالانہ اجتماع کی مناسبت سے چند مجلسی و جماعتی آداب

مولانا محمد یوسف اصلاحی کی کتاب "آدابِ زندگی" سے ماخوذ

کھانے پینے کے آداب

۱) کھانے سے پہلے ہاتھ دھو لیجئے۔ طہارت اور نظافت کا تقاضا ہے کہ کھانے میں پڑنے والے ہاتھوں کی طرف سے طبیعت مطمئن ہو۔

۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کیجئے اور اگر بھول جائیں تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ آخِرَهٗ کہہ لیجئے۔ یاد رکھئے جس کھانے پر خدا کا نام نہیں لیا جاتا اس کو شیطان اپنے لئے جائز کر لیتا ہے۔

۳) کھانے کے لئے ٹیک لگا کر نہ بیٹھئے۔ خاکساری کے ساتھ اکڑوں بیٹھئے یا دو زانوں ہو کر بیٹھئے۔ یا ایک گھٹنا بچھا کر اور ایک کھڑا کر کے بیٹھئے' خدا کے رسول ﷺ اسی طرح بیٹھتے تھے۔

۴) ہمیشہ سیدھے ہاتھ سے کھایئے۔ ضرورت پڑنے پر بائیں ہاتھ سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔

۵) تین انگلیوں سے کھایئے۔ یعنی انگوٹھا اور ساتھ والی دو انگلیاں' اگر ضرورت پڑے تو باقی انگلیاں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں۔

۶) نوالہ نہ زیادہ بڑا لیجئے اور نہ زیادہ چھوٹا۔ اور ایک نوالہ نگلنے کے بعد ہی دوسرا نوالہ لیجئے۔

۷) نوالہ دسترخوان پر گر جائے تو اٹھا کر صاف کر لیجئے اور کھا لیجئے۔

۸) کھانا مل جل کر کھایئے۔ مل جل کر کھانے سے الفت و محبت بھی پیدا ہوتی ہے اور برکت بھی۔

۹) کھانے میں کبھی عیب نہ نکالئے۔ پسند نہ ہو تو چھوڑ دیجئے۔

۱۰) بہت گرم جلتا ہوا کھانا نہ کھایئے۔

۱۱) کھانے کے دوران ٹھٹھا مارنے اور بہت زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کیجئے۔

۱۲) پلیٹ میں جو کچھ رہ جائے اگر رقیق ہو تو پی لیجئے ورنہ انگلی سے چاٹ کر پلیٹ صاف کر لیجئے۔

۱۳) اجتماعی کھانے میں دیر تک کھانے والوں اور آہستہ کھانے والوں کی رعایت کیجئے اور سب کے ساتھ اٹھئے۔

۱۴) کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

"حمد و ثناء اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور جس نے ہمیں پلایا اور جس نے ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔"

سونے جاگنے کے آداب

۱) عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونے سے پرہیز کیجئے۔ اس طرح اکثر عشاء کی نماز خطرے میں پڑ جاتی ہے اور کیا خبر کہ نیند کی اس موت کے بعد خدا بندے کی جان واپس کرتا ہے یا پھر ہمیشہ کے لئے ہی لے لیتا ہے۔

۲) رات گئے تک جاگنے سے پرہیز کیجئے۔ شب میں جلد سونے اور سحر میں جلد اٹھنے کی عادت ڈالئے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے "عشاء کی نماز کے بعد یا تو ذکر الٰہی کے لئے جاگا جا سکتا ہے یا گھر والوں سے ضرورت کی بات کرنے کے لئے"۔

۳) رات کو جاگنے اور دن میں نیند پوری کرنے سے پرہیز کیجئے۔ خدا نے رات کو آرام و سکون کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور دن کو ضروریات کے لئے دوڑ دھوپ کرنے کا وقت قرار دیا ہے۔

۴) زیادہ آرام دہ بستر نہ استعمال کیجئے۔ دنیا میں مومن کو آرام طلبی' سہل انگاری اور عیش پسندی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ زندگانی مومن کے لئے جہاد ہے اور مومن کو جفاکش' سخت کوش' اور محنتی ہونا چاہئے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ "نبی ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔" (شمائل ترمذی)

۵) سونے سے پہلے وضو کرنے کا اہتمام کیجئے اور پاک و صاف ہو کر سویئے اگر ہاتھوں میں چکنائی لگی ہو تو ہاتھوں کو خوب اچھی طرح دھو کر سویئے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کے ہاتھ میں چکنائی وغیرہ لگی ہو اور وہ اسے دھوئے بغیر سو گیا اور اسے کوئی نقصان پہنچا (یعنی کسی جانور نے کاٹ لیا) تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے۔ (کہ دھوئے بغیر کیوں سو گیا تھا؟)

۶) سوتے وقت بستر پر اور بستر کے قریب یہ چیزیں ضرور رکھ لیجئے پینے کا پانی اور گلاس' لاٹھی' روشنی کے لئے ماچس یا ٹارچ' مسواک' تولیہ وغیرہ اور اگر آپ کہیں مہمان ہوں تو گھر والوں سے بیت الخلاء کا راستہ ضرور معلوم کر لیجئے ہو سکتا ہے کہ رات میں کسی وقت ضرورت پیش آ جائے اور زحمت ہو۔

۷) سوتے وقت اپنے جوتے اور کپڑے وغیرہ پاس ہی رکھئے کہ جب سو کر اٹھیں تو تلاش نہ کرنے پڑیں۔ اور اٹھتے ہی جوتے میں پیر نہ ڈالئے۔ اسی طرح کپڑے بھی بغیر جھاڑے نہ پہنئے پہلے جھاڑ لیجئے۔ ہو سکتا ہے کہ جوتے یا کپڑے میں کوئی موذی جانور ہو اور خدانخواستہ وہ آپ کو تکلیف پہنچا دے۔

۸) سونے سے پہلے بستر اچھی طرح جھاڑ لیجئے اور اگر کبھی سوتے سے کسی ضرورت کے لئے اٹھیں اور پھر آ کر لیٹیں تب بھی بستر اچھی طرح جھاڑ لیجئے۔ نبی ﷺ نے فرمایا "اور جب کوئی شب میں بستر سے اٹھے اور پھر بستر پر جائے تو اپنی لنگی کے کنارے سے تین بار اسے جھاڑ دے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے بستر پر کیا چیز آ گئی ہے۔ (ترمذی)

۹) بستر پر پہنچ کر قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور پڑھئے۔ نبی ﷺ سونے سے پہلے قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور تلاوت فرماتے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ "جو شخص اپنے بستر پر آرام کرنے کے وقت کتاب اللہ کی کوئی سورت پڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو ہر تکلیف دہ چیز سے اس کے بیدار ہونے تک اس کی حفاظت کرتا ہے خواہ وہ کسی بھی وقت نیند سے بیدار ہو۔ (احمد)

۱۰) جب سونے کا ارادہ کریں تو دایاں ہاتھ اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھ کر دائیں کروٹ پر لیٹئے' حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ آرام فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ کلمات پڑھتے۔

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ

"خدایا مجھے اس روز اپنے عذاب سے بچا جس روز تو اپنے بندوں کو اپنے حضور اٹھا حاضر کرے گا۔"

حصن حصین میں ہے کہ آپ یہ کلمات تین بار پڑھتے۔

۱۱) پیٹ کے بل لیٹنے اور بائیں کروٹ پر سونے سے پرہیز کیجئے۔ حضرت معیشؓ کے والد طفخۃ الغفاریؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ کسی صاحب نے مجھے اپنے پاؤں سے ہلایا اور کہا اس طرح لیٹنے کو خدا ناپسند فرماتا ہے۔ اب جو میں نے دیکھا تو وہ نبی ﷺ تھے۔ (ابوداؤد)

۱۲) منہ لپیٹ کر نہ سویئے اس طرح سونے سے صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ چہرہ کھول کر سونے کی عادت ڈالئے تاکہ آپ کو تازہ ہوا ملتی رہے۔

۱۳) کیسی ہی سخت سردی پڑ رہی ہو کمرے میں انگیٹھی یا ہیٹر جلا کر نہ سویئے اور نہ بند کمرے میں لالٹین جلا کر سویئے۔ آگ جلنے سے بند کمروں میں جو گیس پیدا ہوتی ہے وہ صحت کے لئے انتہائی مضر ہے بلکہ بعض اوقات تو اس سے جان کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور موت واقع ہو جاتی ہے۔

۱۴) سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کیجئے۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی (بخاری و مسلم)

"خدایا! میں تیرے ہی نام سے موت کی آغوش میں جاتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ اٹھوں گا۔"

۱۵) رات کے آخری حصے میں اٹھنے کی عادت ڈالئے نفس کی تربیت اور خدا سے تعلق پیدا کرنے کے لئے آخری شب میں اٹھنا اور خدا کو یاد کرنا ضروری ہے۔

۱۶) نیند سے بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھئے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْر (بخاری، مسلم)
"شکر و تعریف خدا ہی کے لئے جس نے ہمیں مردہ کر دینے کے بعد زندگی سے نوازا اور اسی کے حضور اٹھ کر حاضر ہونا ہے۔"

۱۷) جب کوئی اچھا خواب دیکھیں تو خدا کا شکر ادا کیجئے اور اس کو اپنے حق میں بشارت سمجھئے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے اب نبوت میں سے بشارتوں کے سوا کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے پوچھا بشرت سے کیا مراد ہے۔ فرمایا۔ اچھا خواب (بخاری)

۱۸) جب کبھی خدانخواستہ کوئی ناپسندیدہ اور ڈراؤنا خواب دیکھیں تو ہرگز کسی سے بیان نہ کیجئے اور اس خواب کی برائی سے خدا کی پناہ مانگئے خدا نے چاہا تو اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔

مسجد کے آداب

۱) خدا کی نظر میں روئے زمین کا سب سے بہتر حصہ وہ ہے جس پر مسجد تعمیر کی جائے۔ خدا سے پیار رکھنے والے کی پہچان یہ ہے کہ وہ مسجد سے بھی پیار رکھتے ہیں۔ قیامت کے ہیبت ناک دن میں جب کہیں کوئی سایہ نہ ہو گا۔ خدا اس دن اپنے اس بندے کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا۔ جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہو۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔
"اور وہ شخص (عرش کے سائے میں ہو گا) جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہو۔" (بخاری)

۲) مسجد کی خدمت کیجئے اور اس کو آباد رکھئے' مسجد کی خدمت کرنا اور اس کو آباد رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ خدا کا ارشاد ہے۔ ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (التوبہ : ۱۸)
"خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔"

۳) فرض نمازیں ہمیشہ مسجد میں جماعت سے پڑھئے۔ مسجد میں جماعت اور اذان کا باقاعدہ نظم رکھئے اور مسجد کے نظام سے اپنی پوری زندگی کو منظم کیجئے۔ مسجد ایک ایسا مرکز ہے کہ مومن کی پوری زندگی اسی کے گرد گھومتی ہے۔

۴) مسجد میں نماز کے لئے ذوق و شوق سے جائیے۔ نبیؐ نے فرمایا۔ "صبح و شام مسجد میں نماز کے لئے جانا ایسا ہے جیسے جہاد کے لئے جانا۔" اور یہ بھی فرمایا "جو لوگ صبح کے اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں قیامت میں ان کے ساتھ کامل روشنی ہو گی۔" اور یہ بھی فرمایا "نماز باجماعت کے لئے مسجد میں جانے والے کا ہر قدم ایک نیکی کو واجب کرتا اور ایک گناہ کو مٹاتا ہے"۔

۵) مسجد کو صاف ستھرا رکھئے۔ مسجد میں جھاڑو دیجئے۔ کوڑا کرکٹ صاف کیجئے' خوشبو لگائیے۔ خاص طور پر جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو میں بسانے کی کوشش کرنا' مسجد کا کوڑا کرکٹ باہر پھینکنا' جنت میں لے جانے والے کام ہیں۔ (ابن ماجہ)

۶) مسجد میں سکون سے بیٹھئے اور دنیا کی باتیں نہ کیجئے۔ مسجد میں شور مچانا' ٹھٹھا مذاق کرنا' بازار کے بھاؤ پوچھنا اور بتانا' دنیا کے حالات پر تبصرہ کرنا اور خرید و فروخت کا بازار گرم کرنا مسجدوں کی بے حرمتی ہے۔ مسجد خدا کی عبادت کا گھر ہے اس میں صرف عبادت کیجئے۔

۷) مسجد میں ایسے چھوٹے بچوں کو نہ لے جائیے جو مسجد کے احترام کا شعور نہ رکھتے ہوں۔

۸) مسجد کو گزرگاہ نہ بنائیے۔ مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کے بعد مسجد کا یہ حق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں یا بیٹھ کر ذکر اور تلاوت کریں۔

۹) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں رکھئے اور نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجئے پھر یہ دعا پڑھئے۔
اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (مسلم)
"خدایا! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو [illegible] نفل پڑھئے۔ ان نوافل کو تحیۃ المسجد کہتے ہیں۔ اسی طرح جب کبھی سفر سے واپسی ہو تو سب سے پہلے مسجد پہنچ کر دو رکعت نفل پڑھئے اور اس کے بعد گھر جائیے۔

۱۰) مسجد سے نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر رکھئے اور یہ دعا پڑھئے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (مسلم) "خدایا! میں تجھ سے تیرے فضل و کرم کا سوال کرتا ہوں"۔

۱۱) ہوشیار بچوں کو اپنے ساتھ مسجد لے جائیے۔ ماؤں کو چاہئے کہ وہ ترغیب دے دے کر بھیجیں تاکہ بچوں میں شوق پیدا ہو اور مسجد میں ان کے ساتھ نہایت نرمی' محبت اور شفقت کا سلوک کیجئے۔ وہ اگر کوئی کوتاہی کریں یا کوئی شرارت کر بیٹھیں تو ڈانٹنے پھٹکارنے کے بجائے پیار اور محبت سے سمجھائیے اور بھلائی کی تلقین کیجئے۔

نظم جماعت کے آداب

۱) دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینے کے لئے مضبوط تنظیم وجود میں لائیے اور اقامت دین کے لئے اجتماعی جدوجہد کیجئے۔
﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ "اور تم میں ایک جماعت تو ایسی ضرور ہی ہونا چاہئے جو خیر کی طرف دعوت دے' اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے۔"

۲) اتحاد و تنظیم کی بنیاد صرف دین کو بنائیے۔ اسلامی تنظیم وہی ہے جس کی بنیاد خدا کا دین ہو۔ خدا کے دین کو چھوڑ کر کسی اور بنیاد پر مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق' وہ اتحاد نہیں ہے جس کا حکم اسلام نے دیا ہے اور ایسی تنظیم اور جماعت درحقیقت اسلامی تنظیم نہیں ہے۔ مسلمانوں میں حقیقی رشتہ اخوت و اتحاد صرف دین ہے' دین کے سوا جس چیز کو بھی یہ اپنے اتحاد کی بنیاد بنائیں گے' متحد ہونے کے بجائے منتشر ہوں گے اور ایک "الجماعت" بننے کے بجائے گروہ گروہ اور فرقہ فرقہ بن جائیں گے۔

۳) دعوت حق کے کارکنوں سے دلی محبت کیجئے اور اس رشتے کو ہر رشتے سے زیادہ اہم اور قابل احترام سمجھئے۔
قرآن میں مومنوں کی تعریف میں کہا گیا ہے :
﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ﴾ (المجادلہ : ۲۲)
"تم اس گروہ کو جو خدا اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے ان لوگوں سے محبت اور الفت کرتے نہ دیکھو گے جو خدا اور اس کے رسول کی دشمنی اور مخالفت پر کمربستہ ہوں' چاہے وہ اس کے اپنے ہی باپ یا اپنے ہی بیٹے یا اپنے ہی بھائی یا اپنے ہی خاندان والے کیوں نہ ہوں۔"

۳) جماعتی رفقاء کی نصح و خیرخواہی کا اہتمام کیجئے اور جماعتی زندگی میں باہمی تلقین کے جذبے کو بیدار رکھئے۔ اس لئے کہ یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

۴) جماعتی نظم کی پوری پوری پابندی کیجئے اور اس کو محض جماعتی استحکام کا ذریعہ ہی نہ سمجھئے بلکہ دینی فریضہ تصور کیجئے۔
خدا کا ارشاد ہے :
﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (النور ۶۲)
"مومن تو حقیقت میں وہی لوگ ہیں جو خدا اور اس کے رسول کو دل سے مانیں اور جب کسی اجتماعی کام کے موقع پر رسول کے ساتھ ہوں تو ان سے اجازت لئے بغیر نہ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں وہی لوگ خدا اور اس کے رسول کو ماننے والے ہیں۔"

نظم جماعت کی پابندی اور اپنے قائد کی اطاعت و فرمانبرداری محض ایک قانونی معاملہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم شرعی معاملہ ہے اور قرآن پاک نے ان لوگوں کے ایمان کی سچائی کی شہادت دی ہے جو نظم جماعت کے پابند ہوں اور کسی جماعتی ڈیوٹی سے اسی وقت ہٹیں جب اپنے سربراہ سے اجازت حاصل کرلیں۔

۵) جماعتی زندگی میں نیکی کے جو کام بھی ہو رہے ہوں' خلوص دل سے ان میں تعاون کیجئے اور جو کچھ کر سکتے ہیں اس سے دریغ نہ کیجئے۔ خودغرضی' مطلب براری اور خودپرستی جیسے گندے جذبات سے اپنا اخلاقی دامن پاک رکھئے۔
قرآن کی ہدایت ہے :
﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ "اور نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو۔ اور برے کاموں میں تعاون نہ کرو"۔

۷) رفقاء سے تعلقات خوشگوار رکھئے اور کبھی کسی سے کوئی اختلاف ہو جائے تو فوراً صلح صفائی کر لیجئے اور دل کو کدورت سے پاک رکھئے۔
﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ﴾

(باقی ص ۱۷ پر)

چیچنیا کے ایک گاؤں میں انسانیت سوز مظالم کی داستان!
دنیا کو اور کس ثبوت کی ضرورت ہے؟

تحریر: جان موہنی   اخذ و ترجمہ: محمد زمان

اس کا چہرہ ناقابل شناخت تھا۔ وہ منہ کے بل ہسپتال کے بستر پر لیٹی سرگوشی سے بتا رہی تھی کہ اس دن اس کی ماں، باپ، دو بھائی، بہن اور چچازاد بھائی سمیت ۳۶۳ افراد کو اس گاؤں میں حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا۔

۸ سالہ طائیسہ اباکرووا روس کے نگران صدر ولادی میر پوتین کی چیچنیا میں دہشت گردوں (مجاہدین) کے خلاف وحشیانہ کارروائیوں کی عینی شاہد ہیں۔

کیٹیریارٹ گاؤں روس کے زیر تسلط اور جنگی علاقے سے دور ہونے کے سبب محفوظ تھا اور پناہ گزینوں سے بھرا ہوا تھا، یہ ۴ فروری کی صبح تک پر امن تھا۔ جب روسی طیارے، ہیلی کاپٹر، فیول ایئر بم اور گراؤ میزائلوں نے گاؤں کا سفوف بنا ڈالا۔ انہوں نے سہ پہر تین بجے فائرنگ بند کی، بڑی بڑی بسیں گاؤں کے اندر آئیں، سفید جھنڈے لہرانے کا کہا گیا اور سفید جھنڈے لہرانے والوں کو منتقل کر دیا گیا اور پھر انہوں نے طائیسہ اور اس کے خاندان سمیت بہت سے لوگوں پر دوبارہ بمباری شروع کر دی اور ان کو قتل کر دیا گیا۔ Observer اور برطانیہ کے ٹیلی ویژن چینل فور کے مبصرین کی ٹیم کیٹیریارٹ گئی اور انہوں نے دیکھا کہ وہاں کیا کچھ بچا ہے، خشکی کے مناظر، چند گلیاں، توڑ پھوڑ، تہس نہس شدہ لکڑیاں، درختوں کے ٹکڑے اور خون سے آلودہ گلیاں اور جو لوگ بچ گئے تھے وہ مضطرب اور ہیجان کا شکار تھے۔ گاؤں ضائع شدہ روسی بموں کے خول سے بھرا ہوا تھا۔ فیول ایئر دھماکے سے پھٹا ہوا تھا اور پھیپھڑوں سے جذب ہو کر نکل رہا تھا جن کا استعمال جنیوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

مقامی عینی شاہد، ہمیں گاؤں میں دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایف۔ ایس۔ بی (جو کہ روس کی سپیشل خفیہ پولیس ہے) کے دستے گشت کر رہے تھے۔ انہوں نے ۳۶۳ افراد کی گنتی کی۔ گلی میں دو، تین ڈھیر لگائے اور انہیں اجتماعی طور پر گڑھوں میں دبا دیا۔

طائیسہ کا چہرہ بری طرح جھلسا ہوا تھا۔ دونوں ہاتھ جلے ہوئے اور ان پر پٹی بندھی ہوئی تھی، اس کی داہنی ٹانگ پلاسٹر میں جھول رہی تھی۔ بایاں گھٹنا کس کر آہنی سلاخوں سے بالکل سیدھا بندھا ہوا تھا اور اندرونی خراشیں لگی ہوئی تھیں۔ طائیسہ کا باپ منصور معمار کی عمر ۴۵ سال تھی اور اس کی ۴۵ سالہ ماں حاوا ایک سکول ٹیچر تھی، گلڈا ۱۴ سال کا بھائی، چچازاد بہن جس کی عمر ۱۲ سال تھی اور اس کی چھ سال کی بہن مدینہ، ان سب کو کار میں کچل کر رکھ دیا گیا تھا۔ اس نے بتایا ہماری کار کا سفید جھنڈا لکڑی کے اوپر لٹکا ہوا تھا، پھر دو طیارے آئے اور انہوں نے ہمیں نشانہ بنایا۔ میرے ماں باپ ہمارے سامنے، میں اور میرا بھائی ہم پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے پھر ہمیں دھماکے سے اڑا دیا گیا۔ میں گارے میں دھنس گئی۔

کیٹیریارٹ جو کہ گروزنی کے مغرب میں ہے، ۳ فروری کی رات تک پرسکون اور پرامن تھا، گروزنی کو ڈھیر کر دیا گیا اور چیچنیا کے حریت پسند، روسی انتقام سے بچ کر نکل گئے، ان میں سے کچھ کیٹریارٹ میں شہید ہو گئے۔

اصل کہانی یہ تھی کہ اس رات دو روسیوں کو زد و کوب کیا گیا یا قتل کر دیا گیا اور ۴ فروری کی صبح جہنم کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ روسی صدر پوتین چیچنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی مسلسل تردید کرتے رہے ہیں۔

پوتین نے مغربی لیڈروں سے مداخلت کم کرنے کا کہا ہے۔ گزشتہ ماہ برطانوی وزیر خارجہ رابن کک، انہیں ماسکو میں ملے اور گزشتہ کے۔ جی۔ بی (روس کی بدنام زمانہ پولیس) کے آدمی کی تعریف کرتے ہوئے واپس آ گئے، جس نے اپنے دستوں کو شکار کرنے والا چاقو اس نئے سال کے موقع پر دیا۔ کک نے پوتین کے بارے میں کہا "میں نے اس کے طریقہ کار کو بہت صاف اور شفاف پایا ہے اور روس کے لئے اس کی ترجیحات ایسی ہیں کہ ہم ان میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے"۔

Observer اور برطانوی ٹی وی نمائندوں کے دورے سے ملنے والے شواہد کے بعد جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیٹریارٹ میں پوتین کی فوجوں نے شہری آبادی پہ کیا کچھ کیا، رابن کک کی جانب سے پوتین کی ترجیحات کی حمایت پر شکوک و شبہات ظاہر کئے جا سکتے ہیں۔

رمیسا دیوفا، جن کی عمر ۲۷ سال ہے، کا چہرہ غم اور خوف سے نڈھال تھا وہ اس غم کی وجہ سے ۳۰ سال بوڑھی لگ رہی تھی وہ ۴ فروری کو بیوہ ہو گئی۔ اس نے بتایا "تمام روسیوں نے گاؤں چھوڑ دیا اور صبح ۱۰ بجے کے قریب فوج نے بمباری شروع کر دی۔ گاؤں میں ایک گھر بھی نہیں بچا۔"

ایک گھر میں تین بچے اپنی مردہ ماں کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ اسے قریب ہی سے ساڑھے چار بجے کلاشنکوف سے قتل کر دیا گیا تھا۔ (روسیوں نے) کہا "ہم تمہیں گاؤں چھوڑنے کیلئے دو گھنٹے دیں گے" انہوں نے سفید جھنڈوں والی بسیں گاؤں چھوڑنے کیلئے بھیجیں۔

لوگ سفید جھنڈی بنانے یا کوئی بھی سفید چیز حاصل کرنے کے لئے دوڑے تاکہ وہ اپنی کاروں پر لٹکا سکیں۔ یہ اس طنز کا موقع تھا "میں نے ایک گائے دیکھی جس کے سینگ سفید کئے گئے تھے اور لوگ ہنس رہے تھے"۔

کیا روسیوں نے یہ غلطی کی کہ انہوں نے سفید جھنڈے والوں کو "حریت پسند" سمجھا تھا؟ نہیں وہ ہمارے ساتھ غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اچھی طرح واقف تھے کہ وہاں بہت سے پناہ گزین مقیم تھے، سولہ ہزار پناہ گزین اور آٹھ ہزار مقامی گاؤں کے لوگ تھے۔ ہمارے سامنے ایک بڑی کار بچوں سے بھری ہوئی تھی، انہیں میری آنکھوں کے سامنے جلا کر راکھ کر دیا گیا۔ اس کا خاوند جونہی کار سے نکلا، ایک گولے سے اسے قتل کر دیا گیا۔ وہ اپنے بچوں کے ساتھ خون آلود حالت میں دوڑی اور اسے عبرت کا نشانہ بنا دیا گیا۔ میں نے وہاں پر بہت سی لاشیں دیکھیں، لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ کتنی تھیں۔ بہت سے لوگ سڑک کے کنارے پڑے تھے۔ میں انہیں گن نہ سکا۔ میں نے وہاں انسانی جسم کے اعضاء دیکھے جن کو بالٹیوں میں اکٹھا کیا گیا تھا۔"

پھر صفائی کا کام شروع کیا گیا روسی افواج نے گاؤں کے لوگوں کو لاشیں اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ انہوں نے پانچویں دن لاشیں اٹھانے کی اجازت دی۔ تب لوگ وہاں آئے اور پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ "ہمارے افراد کی لاشیں کہاں ہیں؟" روسیوں نے جواب دیا وہ پہلے ہی راکھ ہو چکی ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ روسی افواج نے جسموں کو اکٹھا کیا اور ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔"

ہمارا چھٹا عینی شاہد اپنے گھر کے کھنڈرات سے اٹھا۔ دو بیساکھیوں کی مدد سے لڑکھڑاتا ہوا آیا۔ رضوان ۷۴ سال کا تھا۔ وہ بولتے ہوئے کپکپا رہا تھا۔ دو خالی بم اس کے گھر کے باہر گرے اور اس دھماکے نے آٹھ افراد کو قتل کر دیا گیا۔ اس نے ہمیں وہ جگہ دکھائی جہاں دھماکے سے مرنے والے بچے سوئے ہوئے تھے اور اب بھی وہ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ویکیوم بم پیراشوٹ کی مدد سے گرایا جاتا ہے۔ جونہی یہ زمین پر گرتا ہے۔ یہ پٹرول کے بخارات والے بادل چھوڑتا ہے جو کہ ہر طرف آگ لگا دیتے ہیں۔

گاؤں سے واپسی پر ہم مسجد کے قریب رکے، وہاں ہم آخری عینی شاہد سے ملے۔ اس نے تمام لاشوں کو نقشے کی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ہونے والے ہفتہ وار درس قرآن کے بعد
حاضرین کے سوالات اور امیر تنظیم اسلامی کے جوابات

❶ یہ کیسے ممکن ہے کہ جب ایک انتخابی سسٹم درپیش ہے اور جب تک اس سسٹم پر قابو نہیں پائیں گے تو سیاسی نظام سے دور رہ کر کس طرح نظام اسلامی قائم ہو گا۔ شاہ ایران بھاگا تھا تو بعد میں انتظام سنبھالنے کے لئے بھی تو امام صاحب موجود تھے لیکن آپ غیر مسلح تصادم کی بات کرتے ہیں۔ بقول اقبال "جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

ج: دیکھئے میں نے بقائمی ہوش و حواس کبھی نہیں کہا کہ سیاست سے علیحدہ رہنا چاہئے اس لئے کہ سیاست ہمارے دین کا جزو لاینفک ہے اور یہ سیاست اتنی عظیم شے ہے کہ انبیاء کرامؑ بھی سیاست کرتے تھے۔ "کانت بنی اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک النبی خلق نبی" بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔

جو کام انبیاء کرتے تھے وہ گھٹیا کام نہیں ہو سکتا ہے۔ البتہ سیاست کو پہلے دو حصوں میں تقسیم کیجئے۔ ایک نظری سیاست ہے اور ایک عملی سیاست ہے۔ نظری سیاست یہ کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ غلط ہو رہا ہے' صحیح ہو رہا ہے۔ کیا ہونا چاہئے' صحیح راستہ کونسا ہے' یہ نظری سیاست ہے اور اس اعتبار سے سب سے بڑا اور سب سے مؤثر سیاست دان ہمارے ہاں کا صحافی ہے۔ وہ رائے عامہ بناتا ہے۔ کالم نگار لوگوں کی سوچ کو ایک رخ پر ڈالتے ہیں۔ حالانکہ وہ تو سیاست دان نہیں ہے وہ الیکشن میں کبھی نہیں آتے لیکن یہ کہ وہ لوگوں کا رخ معین کرتے ہیں کہ کدھر جانا ہے۔ اسی حوالے سے یہ کہ امریکہ کے اندر یہودیوں کی چھوٹی سی اقلیت ہے جو پورے ملک کے اوپر قابض ہے۔ اس لئے کہ ذرائع ابلاغ ان کے قبضے میں ہیں۔ لوگوں کا ذہن جدھر چاہیں ادھر چلا دیں۔ یہ نظری سیاست ہے۔ میں اس سیاست میں صد فیصد داخل ہوں۔

عملی سیاست کے بھی دو حصے ہیں۔

ایک انتخابی سیاست ہے اور ایک ہے انقلابی سیاست۔ انتخابی سیاست یہ کہ جو نظام ہے وہ By Laws صحیح ہے۔ البتہ اس کی ورکنگ فلاں جماعت غلط طریقے پر کر رہی ہے۔ ہم بہتر طریقے پر کریں گے We do'nt differ about the system سسٹم یہی رہے گا۔

آپ کو معلوم ہے امریکہ کے اندر دو بڑی جماعتیں ہیں۔ ایک ری پبلکن ہے اور ایک ڈیموکریٹس (Democrates) ہیں۔ وہ دونوں سسٹم کو غلط نہیں کہتے' دونوں کے نزدیک سسٹم ٹھیک ہے' بالکل صحیح اور متفق علیہ ہے لیکن کوئی جزوی بات ہو گی' Foriegn Policy کا معاملہ ہو گا' Taxation کا مسئلہ ہو گا' جس میں دونوں پارٹیاں بہتر پالیسی دینے کی وجہ سے الیکشن میں حصہ لیتی ہیں پچھلے دنوں وہاں Health پالیسی بڑے زور و شور سے رہی ہے۔ ان چیزوں کے حوالے سے وہ کہتے ہیں ہم حکومت چلائیں گے وہ کہتے ہیں تم نہیں ہم چلائیں گے۔ آؤ بھئی ووٹنگ کرا لو جو جیتے وہ حکومت چلائے۔ اسی طرح برطانیہ میں Conserrative اور Labour پارٹیاں ہیں۔ جہاں تک برطانیہ کے نظام کا تعلق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں لیکن یہ کہ کوئی اختلاف ہو گا تو Immigration پالیسی پر ہو گا۔ کوئی اور تھوڑے بہت اختلافات ہوں گے اور اس کے مطابق وہ اپنا Manifesto دیتے ہیں اور الیکشن لڑتے ہیں۔ لیکن جس شخص کے نزدیک نظام ہی بنیادی طور پر غلط ہے' اس کو بدلنا ہے تو وہ الیکشن کے ذریعے سے کبھی نہیں بدلے گا۔ پوری دنیا کی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی نہیں ہے۔ فرانس کے انقلاب سے نظام بدلا تھا' بادشاہت ختم ہو کر جمہوریت آئی تو وہ انقلاب سے آیا تھا۔ سرمایہ دارانہ (Capitalism) ختم ہوا تھا اور Communism آیا تھا تو وہ بھی انقلاب سے۔ خمینی صاحب کی آپ نے مثال دی ہے تو خمینی صاحب نے بھی غیر مسلح بغاوت کے ذریعے سے انقلاب برپا کیا تھا۔ انتخابات کے ذریعے خمینی صاحب قیامت تک برسر اقتدار نہیں آسکتے تھے' یہ ناممکن تھا۔ تو انتخابی سیاست کے بجائے ہم انقلابی سیاست کے قائل ہیں اور اس کے لئے اپنی جو بھی ہماری بساط ہے کوشش کر رہے ہیں' لوگ ساتھ رہیں گے تو اس سے ان شاء اللہ انقلاب برپا کریں گے۔ بصورت دیگر انتخابات میں ہم حصہ نہیں لیں گے' اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ اور جن جماعتوں نے چالیس پینتالیس برس تک حصہ لیا ہے ان کے ہاتھ پہلے بھی آج تک کچھ نہیں آیا ہے۔ اکثر و بیشتر ان کے یہاں بھی یہ رائے بن چکی ہے کہ انتخابات کے ذریعے یہاں کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو۔

❷ اپنے لئے یا مرنے والے کے لئے دعا کرنے کے لئے ہم کسی بزرگ یا عالم دین یا کسی بھی ہستی سے کہتے ہیں کیا میں خود دعا کروں تو وہ زیادہ مانی جائے گی یا بزرگ' عالم دین سے کروائی گئی دعا کی زیادہ اہمیت ہو گی؟

ج: دونوں دعائیں اپنی اپنی جگہ پر ہیں۔ دیکھئے جو دعا آپ خود کریں گے جس طرح وہ آپ کے دل سے نکلے گی اس طرح کسی دوسرے کے دل سے وہ نہیں نکل سکتی۔ اس لئے کہ آپ کہتے ہیں جو جس کو کانٹا ہے تکلیف تو اسی کو ہوتی ہے۔ اسی طرح جو شخص ضرورت مند ہے وہ اللہ کو جس انداز سے پکارے گا کوئی دوسرا شخص جس سے وہ کہے گا۔ بہرحال اس کی بات مانتے ہوئے دعا کر دے گا لیکن اس کی وہ کیفیت کبھی نہیں ہو سکتی۔ تو اصل دعا تو وہی ہے جو انسان خود کرے البتہ یہ کہ اس سے ہم اس لئے کتراتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا منہ نہیں ہے کہ ہم کیا دعا کریں' ہم تو حرام خوری کرتے ہیں یا غلط کام کرتے ہیں یا اللہ کے احکام توڑتے ہیں تو اگر یہ بات ہے تو کسی اور کی دعا سے بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا لیکن اللہ کو پکارو "قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" تمہارا رب کہتا ہے حکم دیتا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ معاملہ یہ ہے باقی یہ کہ کوئی حرج نہیں ہے کسی بھی بزرگ سے دعا کرنے کے لئے کہنا اور اس سے دعا کروانا۔ حضور ﷺ سے صحابہ کرام کرواتے تھے اور قرآن مجید میں ذکر ہے کہ یہ منافق خود بھی اللہ کی جناب میں توبہ کرتے اور استغفار کرتے اور اللہ کے نبی بھی اس کے لئے استغفار کرتے۔ ﴿لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا﴾ تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحیم بھی پاتے اور پھر ایک وقت آیا کہ ان منافقین کے لئے استغفار سے حضور ﷺ کو روک دیا گیا اور کہہ دیا کہ ﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِن تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ﴾ یہ آخری شئے ہے۔ بہرحال غلط یا حرام نہیں ہے لیکن اصل دعا وہی ہے جو آدمی خود مانگے۔

بقیہ : منبر و محراب

گئے تھے۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ بڑے عذاب سے پہلے چھوٹا عذاب اس لئے آتا ہے تاکہ مسلمان سنبھل جائیں لیکن افسوس اتنے بڑے سانحہ کے بعد بھی ہمارے شب و روز تبدیل نہ ہوئے۔ لیکن اب بھی وقت ہے۔ آج بھی اگر ہم توبہ کرلیں اور اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردیں جیسے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اللہ کے حکم کے آگے اپنے سر جھکا دیئے تھے' تو ہم اللہ کی مدد حاصل کرکے پوری دُنیا میں اللہ کے دین کا بول بالا کرسکتے ہیں۔ لہٰذا آیئے ہم عہد کریں کہ ہماری نماز اور قربانی کی طرح آج سے ہمارا جینا اور مرنا بھی صرف اللہ کے لئے ہوگا۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے : ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ : عالم اسلام

مدد سے بتایا جو کہ روسی اٹھا کرلے گئے۔ ان میں سے کچھ کو کار کے بمپر سے پیٹا گیا۔ فوج نے لاشوں کی صفائی کرنے کی کوشش کی اور انہیں ظاہری طور پر مسلمانوں کی روایات کے مطابق دفن کرنے کے لئے دیا اور عینی شاہد نے مرنے والوں کی تعداد ۳۶۳ بتائی۔

جونہی ہم کینیریارٹ کے گاؤں سے باہر نکلے ہم نے گاؤں کے شکستہ حصے دیکھے۔ کیا بچا ہوا تھا سفید جھنڈے والی جگہوں پر ٹوٹی پھوٹی کاریں' بل کھاتی ہوئی خون آلود دھاتی چیزیں' ایک بوٹ جو کہ گارے میں اٹا ہوا تھا پھر ہم نے مشین گن سے فائر کی آواز سنی۔ یہ وہی آواز تھی جسے رابن کک "صاف شفاف انداز" قرار دیتی ہیں۔

(بشکریہ : ڈان ۶ مارچ ۲۰۰۰ء)

بقیہ : آدابِ زندگی

۸) اسلامی جماعت کے امیر کی خوش دلی کے ساتھ اطاعت کیجئے اور اس کے خیر خواہ اور وفادار رہئے۔

۹) جماعتی عصبیت' تنگ نظری اور دھڑے بندی سے پرہیز کیجئے۔ کشادہ دلی اور خوش اخلاقی کے ساتھ ہر ایک سے تعاون کیجئے اور جو لوگ بھی دین کا کام کر رہے ہیں ان کی قدر کیجئے۔ ان کے ساتھ خیر خواہی اور اخلاص کا برتاؤ کیجئے اور ان کو اپنا رفیق سفر اور معین کار سمجھئے۔ دین کا کام کرنے والے درحقیقت سب ایک دوسرے کے ناصرو حامی ہیں۔

ہدایات برائے رفقاء تنظیم اسلامی

بموقعہ سالانہ اجتماع' منعقدہ 2 تا 5/اپریل' بمقام قرآن آڈیٹوریم لاہور

☆ اجتماع کی پہلی باقاعدہ نشست اتوار 2 اپریل بعد نماز عصر ہوگی اور اجتماع کا اختتام 5/اپریل نماز ظہر پر ہوگا۔

❶ استقبالیہ

ا) 2/اپریل صبح 6:00 بجے تا نماز مغرب ریلوے اسٹیشن لاہور اور مینار پاکستان پر استقبالیہ کیمپ قائم رہے گا۔ بیرون لاہور سے آنے والے رفقاء استقبالیہ کیمپ میں پہنچ جائیں۔ جہاں سے انہیں اجتماع گاہ تک پہنچنے کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کی جائے گی۔

ب) مرکزی استقبالیہ کیمپ قرآن آڈیٹوریم میں لگایا جائے گا امرائے حلقہ جات اجتماع میں شامل ہونے والے رفقاء کی فہرست مع رجسٹریشن نمبر استقبالیہ پر مہیا کرکے اپنے رفقاء کی تعداد کے مطابق تعارفی بیج حاصل کرسکیں گے۔ تمام امراء حلقہ جات اجتماع میں شرکت کرنے والے رفقاء کے ناموں کی فہرست مع رجسٹریشن نمبر کی کاپی حلقہ لاہور ڈویژن کے پتہ پر بھی ارسال کردیں۔

ج) امرائے حلقہ جات اپنے رفقاء کی تعداد کے مطابق زرتعاون برائے طعام (100/- روپے فی کس) ناظم مالیات جناب اعجاز احمد خان صاحب کو استقبالیہ پر جمع کرواکر رسید حاصل کریں گے۔

❷ رہائش گاہ

ا) رہائش گاہوں کا انتظام قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج دونوں جگہوں پر کیا گیا ہے۔ حلقہ لاہور ڈویژن' حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن اور حلقہ پنجاب غربی کے رفقاء قرآن اکیڈمی میں رہائش اختیار کریں گے جبکہ حلقہ سرحد' حلقہ پنجاب شمالی' حلقہ پنجاب وسطی' حلقہ پنجاب جنوبی' حلقہ سندھ زیریں' حلقہ سندھ بالائی اور مرکز کے تحت تنظیموں کے رفقاء قرآن کالج میں رہائش اختیار کریں گے۔

ب) تمام رفقاء اپنی رہائش گاہوں میں سامان رکھنے کے بعد اپنے امیر حلقہ سے اپنا تعارفی بیج حاصل کریں گے۔

ج) حلقہ لاہور ڈویژن' حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن اور حلقہ پنجاب غربی کے معذور/بیمار رفقاء قرآن کالج میں رہائش اختیار کرنے کیلئے استقبالیہ سے اجازت حاصل کرسکیں گے۔

د) رفقاء موسم کے مطابق مکمل بستر ساتھ لائیں۔ لاہور میں رات کو کمبل کی ضرورت بھی ہوگی۔

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطیٰ کا ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطیٰ کے زیراہتمام دعوت و تربیت کے لئے ایک پروگرام مدنی مسجد محلہ دوست محمد آباد' شاہ منصور' صوابی میں ۲۶' ۲۷ فروری ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا۔ میزبانی کے فرائض شاہ منصور کے رفیق انعام اللہ کے ذمہ تھے۔ مجموعی طور پر خویشگی' صوابی اور بدرشی سے ۱۰ رفقاء اور چھ احباب نے کل وقتی شرکت کی جبکہ ناظم دعوت حلقہ سرحد جناب غلام اللہ خان حقانی صاحب نے بھی اس پروگرام میں شرکت کی۔

پروگرام کے نظامت کی ذمہ داری خویشگی کے رفیق خضر حیات نے ادا کی۔ نماز عصر کے بعد ۵ گروپس تشکیل دیئے گئے اور ان کو مختلف مساجد میں بھیجا گیا تاکہ نماز مغرب کے بعد مختصر بیان کے بعد حاضرین کو صبح کے پروگرام کے لئے دعوت دی جائے۔ گلاتی مسجد میں جناب غلام اللہ خان' ڈرہ مسجد میں خضر حیات' پنج پاؤ مسجد میں فضل حکیم اور بلال مسجد میں ساوید احمد خان کو بھیجا گیا۔ مدنی مسجد میں حضرت گل استاد نے سورۃ توبہ کی آیت ۲۴ پر مختصر درس دیا اور اگلے دن کے پروگرام کی دعوت دی۔ اس کے بعد عشاء تک کا وقت باہمی افہام و تفہیم میں گزارا گیا۔

نماز عشاء کے بعد جناب غلام اللہ خان حقانی صاحب نے قرآن مجید کے حوالے سے بنی اسرائیل اور امت مسلمہ کے حالات پر روشنی ڈالی۔ سی بی بی کو سامعین کے سامنے قرآن مجید کی روشنی میں واضح کیا اور تنظیم اسلامی کا مقصد لوگوں کے سامنے رکھا اور تاکید فرمائی کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دین کو سمجھیں اور اپنی پوری زندگی اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

اس کے بعد جناب آذر بختیار خلجی صاحب نے سورۃ آل عمران آیت ۱۵۶ کے حوالے سے نظم کی پابندی کے ضمن میں غزوۂ احد کے موقع پر مقامی امیر کے حکم کی خلاف ورزی کے نتیجے فتح کو شکست اور ۷۰ صحابہ کرامؓ کی شہادت جیسے المناک امر کو سامعین کے روبرو پیش کیا اور اس میں ہمارے لئے جو سبق و عبرت مقصود ہے یعنی نظم کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

کھانے کے وقفے کے بعد درس حدیث کے ضمن میں راقم نے صلہ رحمی کے بارے میں حدیث کا ترجمہ اور تشریح بیان کی۔ سیرت صحابہؓ کے موضوع پر بدرشی کے رفیق فضل رحیم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی اور سامعین سے درخواست کی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہو تو ہمیں ان صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ تعارفی نشست کے بعد آرام کے لئے وقفہ ہوا۔

انفرادی نوافل و تلاوت قرآن کے بعد خویشگی کے نقیب ساوید احمد خان نے تجوید (لحن جلی) کو بورڈ کے ذریعے سامعین کے سامنے واضح کیا۔ بعد ازاں خضر حیات نے سورۃ الغاشیہ کا ترجمہ اور تشریح بیان کیا۔

حسب پروگرام صبح ۹ بجے البدر پبلک اسکول شاہ منصور میں دعوتی پروگرام کا آغاز ہوا جس کے لئے پچھلے دن رفقاء نے بعد از مغرب ایک دعوتی تحریک کا اہتمام کیا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ناظم پروگرام نے ادا کئے اور سب سے پہلے غلام اللہ خان نے عبادت رب کو سامعین کے سامنے پیش کیا اور سامعین کو بتایا کہ انفرادی زندگی میں عبادت رب کو اپنا کر اجتماعی زندگی میں اس کے لئے جدوجہد کرنا چاہئے۔ آذر بختیار خلجی صاحب نے شہادت علی الناس کے موضوع پر سامعین کے سامنے ازروئے قرآن و حدیث مسلمانوں پر شہادت علی الناس کی فرضیت کو اجاگر کیا۔ بدرشی کے فضل حکیم نے اقامت دین کو سورۃ شوریٰ کی روشنی میں سامعین کے سامنے پیش کیا اور بتایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ نظام جو کہ قرآن مجید میں موجود ہے وہ اس معاشرے میں برپا کر دیا جائے۔

جناب غلام اللہ خان حقانی صاحب نے "منہج انقلاب نبویؐ" دین کے قیام کے لئے نبوی ﷺ طریقہ کار بیان کیا اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کو نہایت تفصیل کے ساتھ سامعین کے سامنے واضح کیا۔ آخر میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اور مسنون دعا کے ساتھ ایک روزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : شیر قادر)

تنظیم اسلامی میرپور کے زیراہتمام کلری میں شب بسری کا پروگرام

۴ مارچ بروز ہفتہ کلری کے مقام پر راجہ محمد اکرم صاحب و راجہ غضنفر علی صاحب کی دعوت پر ایک دعوتی پروگرام ہوا۔ نماز مغرب کے بعد سید محمد آزاد صاحب نے دین کی دعوت اور اس کام میں شریک لوگوں کا آپس میں تعلق کیسا ہو" کے عنوان پر گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا مقصد لوگوں کا باہم میل ملاپ دین کے حوالے سے ہونا چاہئے۔ غلبہ دین کی جدوجہد کرنے والوں کو باہم محبت و الفت کا پیکر ہونا چاہئے۔ دین میں نسبی اور نسلی تعلق کے مقابل دینی تعلق ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے جس کی اسلامی معاشرے کے علاوہ اور کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ غزوات و سرایا میں باپ بیٹے' چچا بھتیجے' ماموں بھانجے ایک دوسرے کے خلاف صف آراء نظر آتے ہیں۔ اسلام نے نسلی تعلق کو تفاخر کا نہیں بلکہ تعارف کا ذریعہ بتایا ہے۔ دین کے غلبہ کے لئے سب کو مل جل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت تک غلبہ دین ممکن نہیں جب تک تمام دینی قوتیں مل کر احیاء دین کے لئے کام نہ کریں۔ ان لوگوں کا آپس میں تعلق باہمی الفت و محبت پر مبنی ہونا چاہئے بلکہ اقبال کے اس شعر کے مصداق ہونا چاہئے ؎

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

اس پر آزاد صاحب کی گفتگو ختم ہوئی تو امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ویڈیو کیسٹ بعنوان "راہِ نجات" لگایا گیا۔ امیر محترم نے فرمایا ہمارا دین کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے۔ پہلے درجے میں ہمیں اپنے دین کو جاننے کے لئے قرآن و حدیث سے اپنا رشتہ استوار کرنا ہوگا۔ اس کے لئے عربی صرف و نحو کی کچھ ضروری ضروری باتیں سیکھنا ہوں گی تاکہ اتنی شد بد پیدا ہو جائے کہ ترجمہ دیکھے بغیر عربی الفاظ کے معانی سمجھے جا سکیں۔ جب یہ ہو گیا تو دین کا تقاضہ کسی درجے میں پورا ہو جائے گا۔ اب دین کے تقاضوں پر عمل کرنا آسان ہوگا۔ آپ نے سورۃ العصر کے متعلق فرمایا یہ قرآن کی مختصر ترین تین سورتوں میں سے ایک ہے۔ یہ اس قدر جامع ہے کہ صحابہ جب آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک یہ سورۃ مبارکہ ایک دوسرے کو سنا نہ لیتے۔ امیر محترم نے اس سورۃ کی روشنی میں وہ چار فرائض بیان فرمائے جن کی ادائیگی سے انسان دوزخ سے نجات پا کر صرف جنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

۳۰ : ۱۰ بجے یہ کیسٹ مکمل ہوا۔ اسی پر پھر مذاکرہ ہوا۔ اس میں تقریباً ۲۳ افراد شریک تھے۔ رات ۳۰ : ۱۱ بجے یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ یہ پروگرام محترم راجہ محمد اکرم و راجہ غضنفر علی صاحب کی دعوت پر طے پایا تھا۔ محترم راجہ اکرم صاحب کی کوششوں سے یہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جو الحمد للہ ایک علمی و فکری مرکز ثابت ہو رہی ہے یہ کام راجہ اکرم صاحب نے تن تنہا کیا ہے۔ راجہ صاحب چونکہ امریکہ ہوتے ہیں۔ اللہ نے خوب دیا ہے اور وہ بھی اللہ کی راہ میں خوب انفاق کرتے ہیں۔ اس پروگرام کے لئے راجہ صاحب نے اپنے عزیزوں کو دعوت بھی دی اور دعوت طعام بھی کی۔ اللہ انہیں دین و دنیا میں سرخ رو فرمائے۔ (رپورٹ : سلطان)

انتقالِ پرملال

سید واحد علی رضوی معتمد تنظیم اسلامی کراچی ضلع جنوبی کے خسر کا انتقال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

☆ ☆ ☆

گزشتہ دنوں لاہور کے بزرگ تنظیمی ساتھی الطاف حسین صاحب کی بھانجی کا' جنہوں نے اس سال ماہ رمضان میں بڑی پابندی کے ساتھ امیر تنظیم اسلامی کے دورۂ ترجمہ قرآن میں شرکت کی تھی' اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحومہ کی بخشش فرماتے ہوئے انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے (آمین)

منافق جان و مال کھپانے اور جہاد و قتال کے مراحل آنے پر واپس پلٹ جاتا ہے

منافقین کو حضور اکرم ﷺ کی شفاعت سے محروم رکھا گیا ہے : ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد عثمان فاران کلب کراچی میں سورۃ المنافقون کا درس دیتے ہوئے کہا کہ عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ منافق صرف وہی ہوتا ہے جو ابتداء سے دھوکہ اور فریب کی نیت سے اسلام میں داخل ہو گویا کہ اسے کبھی ایمان کی رمق حاصل ہی نہ ہوئی ہو۔ یہ بات درست نہیں۔ قوت ارادی کے اعتبار سے انسان مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ منافق ایمان تو لے آتا ہے لیکن اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد کے تقاضے یعنی جان و مال کھپا دینے اور جہاد و قتال کے مراحل آنے پر واپس پلٹ پڑتا ہے۔ نفاق اعتقادی بھی ہوتا ہے اور عملی بھی۔ منافقین کو حضور اکرمؐ کی شفاعت سے محروم رکھا گیا ہے۔ جہنم کا پست ترین درجہ ان کا ٹھکانہ بنے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ ہم مسلمانوں کو نفاق کی علامات اور اس کی ہلاکت خیزی کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے تاکہ اس مہلک مرض سے بچ سکیں۔

(رپورٹ : محمد سمیع)

تنظیم اسلامی کراچی شرقی نمبر ۳ کا

ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی شرقی نمبر ۳ کا ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام مورخہ ۲۵۔ ۲۶ فروری کو منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز مورخہ ۲۵ فروری کو بعد نماز عشاء قرآن مرکز کورنگی سے متصل جامع مسجد طیبہ میں ہوا۔ تمام شرکاء سے قواعد تجوید کا مذاکرہ ہوا۔

اگلے روز صبح ساڑھے ۴ بجے شرکاء کو بیدار کیا گیا۔ نماز فجر تک انفرادی بات کا سلسلہ جاری رہا۔ بعد نماز فجر عامر خان صاحب نے ایفائے عہد کی اہمیت کے موضوع پر درس حدیث دیا اور شرکاء کو اپنے معاملات کی اصلاح کی دعوت دی۔ جناب توحید خان صاحب نے حاصل مطالعہ کے حوالے سے نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کے آخری پانچ روز کے احوال الرحیق المختوم سے پڑھ کر سنائے۔

صبح ۹ بجے باہمی مشاورت ہوئی اور طے کیا گیا کہ عیدالاضحی کے حوالے سے "عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی" نامی کتابچہ ۳۰۰ کی تعداد میں تقسیم کیا جائے گا۔ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے روانگی کا پروگرام بھی طے کیا گیا۔ بعد ازاں افتخار عالم صاحب نے فتنۂ انکار حدیث پر ایک لیکچر دیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد نماز عصر گشت کیا گیا اور بعد نماز مغرب دو مقامات پر دروس قرآن منعقد کئے گئے۔ اس ایک روزہ پروگرام میں ۲۰ رفقاء اور تین احباب مستقل طور پر جبکہ ۳۰ احباب دروس قرآن میں شریک ہوئے۔

(رپورٹ : انجینئر نوید احمد)

تنظیم اسلامی پشاور کا

ایک روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

دفتر تنظیم اسلامی پشاور سے مورخہ ۲۶ فروری بروز ہفتہ کو ۵ رفقاء کا مختصر سا قافلہ شام چھ بجے مسجد گلشن رحمان کالونی' کوہاٹ روڈ پہنچا۔ وہاں کے رہائشی حافظ جمیل اختر امام مسجد سے اجازت لے چکے تھے۔ چنانچہ نماز مغرب کے بعد انجینئر یوسف علی نے آخرت کے حوالے سے سورۃ المومنون کے آخری رکوع کا درس دیا۔ درس قرآن کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ یہ نشست تقریباً پونے گھنٹے تک برابر چلتی رہی۔ اس کے فوراً بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ جس کے بعد غلام مقصود صاحب نے سورۃ النور کے پہلے رکوع کی چند آیات کا درس دیا۔ جس میں انہوں نے یہ حقیقت بھی واضح کی کہ اجتماعی احکامات کا نافذ کرنا فرض ہے۔ اس درس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ تقریباً دس بجے کھانا کھایا گیا پھر آرام کیا گیا۔

پانچ بجے رفقاء نے نماز تہجد ادا کی۔ چھ بجے نماز فجر ادا کرنے کے بعد مسجد کے پیش امام نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد کچھ دیر تک تربیتی نشست ہوتی رہی۔ ۸ بجے ناشتہ کے بعد تربیتی نشست کو مزید آگے بڑھایا گیا۔ یوسف علی امیر قافلہ نے پہلے تو دستور تنظیم کا مطالعہ کروایا پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اس بات پر صرف ہوا کہ "تنظیم اسلامی پشاور" کی غیر فعالیت کو کیسے دور کیا جائے جس پر مختلف تجاویز سامنے آئیں جو کہ اس معاملے میں کافی ممد و معاون ہو سکتی ہیں۔ پہلے دن مغرب کے بعد محمد شعیب دوسرے دن ۱۱ بجے محمد عمران' ۳ بجے حاجی خدا بخش پسر اور محمد عمران بھی تشریف لے آئے' جس سے ہماری تعداد ۹ ہو گئی۔

نماز ظہر کے بعد ذاکر شاہ نے نہی عن المنکر کے حوالے سے دو احادیث کا درس دیا۔ نماز عصر کے بعد اسی مسجد میں یوسف علی صاحب نے قرآن مجید کے حقوق کے حوالے سے گفتگو کی جبکہ مسجد سول کالونی میں غلام مقصود صاحب نے درس دیا۔ نماز مغرب کے بعد آخری اور بھرپور پروگرام ہوا۔ اس میں یوسف علی نے بڑے ہی جامع انداز میں دینی فرائض دینی کا جامع تصور' حقوق قرآن' اور منہج انقلاب نبویؐ ایسے اہم موضوعات پر گفتگو کی

اس کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس ایک روزہ میں یوسف علی' محمد شعیب' ذاکر شاہ' غلام مقصود' گل حمید خان اور خالد جمیل نے مکمل شرکت کی جبکہ محمد عمران اور حاجی خدا بخش نے جزوی شرکت کی۔ ان پروگراموں میں احباب کی حاضری تسلی بخش رہی۔

(رپورٹ : ذاکر شاہ)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کا

ماہانہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کا ماہانہ تربیتی اجتماع ۱۸ فروری بعد نماز جمعہ دفتر تنظیم اسلامی میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کا آغاز ذوالفقار احمد میر صاحب کے درس قرآن سے ہوا۔ آپ نے سورۂ رحمٰن کی ابتدائی پانچ آیات کی تلاوت فرمائی اور واضح کیا کہ سب سے بہترین کام قرآن حکیم کو سیکھنا اور سکھانے کا ہے۔ نقیب اسرہ عبدالجلیل صاحب نے فرائض دینی کے حوالے سے گفتگو کی اور رفقاء کے مابین مذاکرہ بھی ہوا۔ تمام رفقاء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ انفرادی عبادات کے ساتھ ساتھ اگر باطل نظام کو تبدیل کرنے کی جدوجہد نہ کی گئی اور اس کام کی خاطر اپنی بہترین صلاحیتوں کو نہ لگایا گیا تو عین ممکن ہے کہ ہماری انفرادی عبادات کا اللہ کے ہاں کوئی مقام نہ ہو۔

رفیق تنظیم اسد قیوم صاحب نے بین الاقوامی ذرائع ابلاغ اور ہماری ذمہ داریوں کے حوالے سے اظہار خیال کیا کہ موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ اور معاشی نظام یہود کے قبضہ میں ہے اور دنیا بھر میں مغربی تہذیب و ثقافت کے اثرات بڑی تیزی کے ساتھ چھا رہے ہیں۔ لہٰذا حتی المقدور کوشش کی جائے کہ میڈیا کے اثرات سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو بچایا جا سکے۔ ٹیلی ویژن کے اثرات کے حوالے سے رفقاء کے مابین مذاکرہ بھی ہوا۔ عبدالجلیل صاحب تنظیم اسلامی کی دعوت کے سلسلے میں آج کل مختلف سکولوں میں اساتذہ کے ساتھ رابطہ کر رہے ہیں اپنی اس مہم کی روداد آپ نے رفقاء کو سنائی۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش قبول فرمائیں۔ سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے راقم الحروف نے ہینڈ بل کا مطالعہ کروایا اور رفقاء کے مابین مذاکرہ بھی ہوا۔ مشورہ کیا گیا کہ شمس الحق اعوان کو ایبٹ آباد آنے کی دعوت دی جائے کہ وہ سی ٹی بی ٹی کے موضوع پر لیکچر دیں۔ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے رفقاء کو ترغیب دلائی گئی۔

(رپورٹ : ذوالفقار علی)

ضرورت رشتہ

لاہور میں مقیم خاندان کی باپردہ ایم اے انگلش و اسلامیات عمر ۲۶ سال' لڑکی کے لئے دینی مزاج کا حامل مناسب رشتہ درکار ہے۔ ذات' برادری کی کوئی قید نہیں۔

رابطہ : سردار اعوان

36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 03-5869501

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Vol:9 Regd. CPL No. 127 No.12

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

معلومات عامہ

اینڈورا (Andorra)

فرانس اور سپین کے زیر انتظام ایک ریاست

مرتب : عبداللہ ابراہیم، جھنگ

ندائے خلافت کے گزشتہ شماروں میں کشمیر کا ایک ممکنہ حل پیش کیا گیا اور پھر شہاب الدین صاحب نے اس کے متعلق تائیدی خط لکھا۔ ان میں اینڈورا (Andorra) کا ذکر بطور مثال آیا ہے جس کے بارے میں اہم معلومات قارئین ندائے خلافت کی دلچسپی کے لئے درج ہیں :

جغرافیہ :

اینڈورا کے شمال اور مشرق میں فرانس اور جنوب اور مغرب میں سپین واقع ہے۔ اس کا کل رقبہ 468 مربع کلو میٹر ہے اور آبادی ۱۹۹۴ء کے مطابق ۶۵.۸۵۹ ہے جو کہ ۱۳۶ فی مربع کلو میٹر بنتی ہے۔ صدر مقام اینڈورالاویلا (Andorra La vella) ہے۔

تاریخ :

اینڈورا روایتی طور پر ایک آزاد ریاست ہے۔ ۱۲۷۸ء میں یہ فرانس اور سپین کی مشترکہ حکومت میں آئی۔ اور ۱۵۷۱ء تک فرانس اور سپین کی مشترکہ حکومت کے تحت رہی۔ (یاد رہے کہ طارق بن زیاد نے ۷۱۲ء عیسوی میں سپین فتح کیا اور ۱۴۹۲ء تک مسلمانوں کے قبضے میں رہا) داخلی امور منتخب کونسل چلاتی تھی جبکہ عدالتی دفاعی اور امور خارجہ مشترکہ حکمرانوں کے سپرد تھے۔

موجودہ سیاسی ڈھانچہ :

سیاسی اصلاحات کا آغاز جنوری ۱۹۸۲ء سے ہوا جب عدالتی اور انتظامی امور ایک انتظامی کمیٹی کے سپرد کر دیئے گئے۔ ۱۴ مارچ کو ملک کے آئین کے متعلق ریفرنڈم ہوا جس میں عوام نے ملک کو آزاد جمہوریت بنانے کے حق میں رائے دی۔ اس طرح اب مشترکہ نمائندہ حکمرانوں کی حیثیت محض علامتی ہے۔ البتہ فرانس اور سپین اس کے دفاع اور کرنسی کے ذمہ دار ہیں۔ دسمبر ۹۳ء میں نئے آئین کے تحت انتخابات ہوئے اور جنوری ۹۴ء میں آسکر رباس (Oscar Ribas) پہلے صدر بنے۔

معیشت :

۱۹۹۴ء کے مطابق کل آمدنی ۱۰۰ ملین ڈالر (امریکی) تھی جو کہ ۱۵.۸۰۵ امریکی ڈالر فی کس کے برابر ہے۔ سگریٹ اور لکڑی کی صنعتیں اہم ہیں۔ صرف ۴ فیصد رقبے پر کاشت کاری ہوتی ہے۔ اس لئے زیادہ تر خوراک درآمد کی جاتی ہے۔ ملک میں ریلوے کا کوئی نظام نہیں نہ ہی کوئی ایئرپورٹ ہے مگر سڑکوں کا نظام بہت عمدہ ہے۔

اس چھوٹے سے ملک کا لگ بھگ سات سے زائد صدیوں سے مشترکہ کنٹرول میں رہنا اس بات کا ثبوت ہے اور کشمیر کی وادی کے لئے اس قسم کا حل عملی طور پر ممکن ہے۔ اگر شہریوں کو اندرونی طور پر آزادی دے دی جائے تو چند اہم امور مشترکہ طور پر سنبھالے جا سکتے ہیں۔

(ماخوذ از انکارٹا انسائیکلوپیڈیا)

ضرورت ہے

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور کے لئے پابند شرع اور پختہ عمر خادم مسجد کی ضرورت ہے جو بوقت ضرورت اذان بھی دے سکے۔ اسے مسجد میں ہی قیام کرنا ہوگا۔

رابطہ : ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن فون : 03-5869501

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

ان شاء اللہ العزیز حسب اعلان 2 تا 5/اپریل قرآن آڈیٹوریم میں منعقد ہوگا

——— سالانہ اجتماع سے متصلاً قبل ———

اتوار 2/اپریل کو دس بجے صبح، قرآن آڈیٹوریم میں امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

کے ہفتہ وار درس قرآن میں

سورۂ شوریٰ کی آخری چھ آیات کی روشنی میں حسب ذیل اہم موضوعات پر گفتگو ہوگی :

- "استجابۃ للّٰہ" اور "اقامۃ الدین" کی پرزور دعوت،
- اللہ کے انسانوں کے ساتھ کلام کی مختلف صورتیں،
- حقیقت و اقسام وحی ——— اور
- ایمان حقیقی کا اصل منبع اور سرچشمہ

اجتماع میں شرکت کے لئے بیرون لاہور سے آنے والے رفقاء اگر علی الصبح پہنچ سکیں تو اس اہم نشست میں شریک ہو سکیں گے۔ ایسے حضرات کیلئے ناشتے کا انتظام ہوگا۔

المعلن : ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی پاکستان